روشن ستارہ
از
ثروت نذیر
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اس اونچے بلند سرخ اینٹوں والے گھر کے مرکزی دروازے کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے اوپر کی جانب دیکھا تھا۔ دوسری منزل تک آتی چمک بلک کرتی روشنیاں بھری اندھیری شام میں قوسِ قزح کے رنگ بکھیر رہی تھیں۔ دوسری منزل پر بنی کھڑکی کے پٹ کھلے ہوئے تھے۔ اندر سے آتی روشنی کے ہالے میں وہ نیلے پیلے دوپٹے میں ملبوس کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔ ارد گرد اس کی سہیلیاں شوخ و چنچل سے بے وجہ ہنستی کھلکھلاتی جاتی تھیں۔ کرن کے نیلے پیلے دوپٹے میں اس کا چہرہ یوں روشن تھا جیسے بدر کے چاند کو چمکتے ستاروں نے گھیر رکھا ہو۔ دوپٹے سے نکلی کالی لہراتی زلفیں اس کے چہرے کو چوم کر دائیں بائیں ہوئی جاتی تھیں۔ زور سے ہنستے ہوئے اس نے چوڑیوں بھرا ہاتھ منہ پر رکھا چھن... چھن کرتی چوڑیاں اس کے ہاتھ کی اونچائی سے گرتی ہوئی گوری کلائی کے درمیان میں آکر رک گئیں۔ جیسے سبز اور پیلے پھول سفید ڈال پر آکر بیٹھے ہوں۔

"ہم کیا ہے منے....؟ تجھے کچھ دیا کیا؟"

وہ چونک گیا ہڑبڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

"للو اسے کیا ہوا؟" حیرت شوخ سے ہنسی میں ڈوبی

ہوئی آوازوں نے اس کا تعاقب کیا۔

گھر کی شکستہ سیڑھیاں' تاریک' اندھیری اور سیلن کی بو میں بسی ہوئی۔ وہ کمرے میں داخل ہوا۔

سامنے شکستہ پلنگ پر شکستہ حال بھیا لیٹے تھے۔ وہ چپ چاپ ان کے پاس پڑے موڑھے پر بیٹھ گیا۔

"آگئے تم؟" وہ چپ رہا۔

بھیا کی بند آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آنسو دائیں بائیں لڑھکتے ہوئے پلنگ کی چادر میں جذب ہو رہے تھے۔

"بھیا کیوں روتے ہیں؟ کچھ کھو گیا ہے آپ کا؟" وہ تو ہمیشہ تب ہی روتا تھا جب اس کا کچھ کھو جاتا تھا۔ گیند' اماں کی دی ہوئی اٹھنی' بنے کتاب میں رکھا تتلی کا پر۔

بھیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیا؟" اس کا ننھا سا ذہن اپنے بھیا کی گمشدہ اشیاء کی لسٹ بنانے لگا۔ بھیا کی سبز کتاب' جو وہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ بھیا کا پسندیدہ رومال خوشبو میں بسا ہوا۔ بھیا کا تھیلا' بھیا کی سائیکل' بھیا کی عینک۔

"بھیا! کیا کھو گیا ہے آپ کا؟" اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔

بھیا نے یونہی لیٹے لیٹے اپنے سینے کی بائیں جانب انگلی رکھی۔

"درد ہوتا ہے یہاں؟" اب کے اس کا ننھا سا دل گھبرا گیا تھا۔ اماں بتاتی تھیں کہ ابا کو سینے کے اسی طرف درد ہوا تھا۔ پھر وہ درد اتنا بڑھا کہ بس صرف درد ہی رہ گیا۔ ابا تو دور چلے گئے تھے اور اب ان کی یادوں کا درد ان کے پورے گھر کو لپیٹ میں لے چکا تھا۔

"دل۔۔۔ دل کھو گیا ہے؟" بھیا دھیرے سے دھیمی آواز میں بولے۔

"دل کھو گیا ہے؟" وہ یہ جواب سن کر پریشان ہو گیا۔ ذہن میں گمشدہ اشیاء کی لسٹ تو اس قدر تیار تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس کو ڈھونڈ نکالتا لیکن اب وہ بھیا کے دل کو کہاں سے ڈھونڈے۔ وہ چپ چاپ موڑھے پر بیٹھا بھیا کی بند روتی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھتا رہا۔ کتنے ہی لمحے بیت گئے۔

"تم نے دیکھا اسے؟" بھیا بولے۔

"کسے بھیا؟" وہ چونک کر بولا۔

"روشن آرا کو۔"

"آپا روشن کو؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"ہاں۔ تمہاری آپا روشن۔ کتنا اچھا نام ہے نا منے! بالکل صحیح نام ہے تمہاری آپا کا۔ روشن چہرہ' دیا سی آنکھیں' چاند سی پیشانی' دمکتی رنگت' ہے نا منے! سب کچھ کتنا جگمگاتا ہوا ہے جیسے ایک روشن آبدار ستارہ۔"

مصدق یک ٹک بھیا کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ روشن آپا کو بیان کرتے ہوئے ان کے اپنے چہرے پر ایک انوکھی سی چمک آگئی تھی۔

"دیکھا تھا بھیا ان کو۔"

"گھر گیا تھا ان کے؟"

"نہیں بھیا! میں تو گلی میں کھڑا تھا۔ وہ اپنی بالکونی میں سہیلیوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔" وہ کچھ دیر کو رک گیا۔ وہی جگمگاتا منظر اس کے ذہن میں آگیا۔

"پھر کیا تم سے؟" بھیا دھیرے سے تجسس بھرے لہجے میں بولے۔

"میں اوپر دیکھ رہا تھا تو بولیں' کچھ کھو گیا ہے منے؟"

بھیا کچھ دیر کو بالکل خاموش اور ساکت ہو گئے۔ ایک کسک تھی جو ان کے پورے وجود میں خون کی جگہ پر دوڑ رہی تھی ان کے تن بدن کو درد کی چبھن دے رہی تھی۔

"میرا رقعہ دیا۔"

مصدق نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی بند مٹھی میں بھیا کا دیا ہوا رقعہ پسینے کے باعث چڑمڑ ہوا بھیگ رہا تھا۔

"اچھا کیا۔ میرے رقعے کی حیثیت بھی کیا ہے۔ میری مبارک باد روشن تک پہنچ بھی جاتی تو کون سی ان کی خوشی میں چار چاند لگ جاتے۔ اچھا ہی ہوا جو میری بیمار' کم حیثیت مبارک باد اس تک نہ پہنچی۔ حقیر' سطحی لوگوں کی غریبانہ مبارک باد اونچی مسند پر بیٹھے والوں کو کیا خوش کرتی ہے؟"

بھیا عجیب خود ترسی کے عالم میں بڑبڑائے جا رہے تھے۔ مصدق کو کچھ خاص سمجھ میں نہ آیا۔ اس نے بھیا کا دیا ہوا رقعہ اٹھا کر اپنے بستے میں ڈال دیا اور گھر کی سیڑھیاں اتر کر نیچے گلی میں آگیا۔

اندرون شہر کی تنگ اونچی نیچی گلیاں' وہ کتنی تیزی سے ان پر بھاگتا دوڑتا ایک سرے سے دوسرے سرے پر نکل جاتا تھا۔ گلیوں میں پڑا گند' کوڑے کے ڈھیر' دونوں جانب بنی نالیاں' مردوں کے تھڑے ان سب سے کتنی آسانی سے وہ اپنے پاؤں بچا لیا کرتا تھا۔ گلیوں کے بیچ بنے کھلے احاطے میں اس کے دوست ہم جماعت تھڑے بننے کے لیے تاش کی بازی لگاتے' سگریٹ کی ڈبیوں سے کھیلتے' ساتھ ہی ہر چیز دو روپے والا بابا' کھڑا ہوتا۔ غبارے' رنگ برنگے ننھے' پلاسٹک کے باجے' رنگین عینکیں' کھٹی گولیاں' چھرے والی پستول' پورا بازار اس کے خستہ حال سائیکل کے اسٹینڈ پر لگا ہوتا۔ کبھی وہ اپنے دوستوں سے کھیلتا اور کبھی حسرت بھری آنکھوں سے بابا کے بازار کو دیکھتا۔ جیب میں پڑی اٹھنی پر اس کی گرفت مضبوط ہو جاتی۔ نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ وہ اپنے نفس کو سمجھاتا۔ وہ ننھی چھوٹی عمر میں اپنے نفس کو مارنا سیکھ لیا تھا۔

یہ صرف اٹھنی نہیں تھی۔ یہ سکہ ان روپیوں کا حصہ تھی جو اس کی ماں نے کتنے رت جگوں' کتنی محنت' کتنی عرق ریزی کے بعد کمائے تھے۔ اتنی مشقت کے بعد حاصل کیے جانے والے مال کو یونہی اپنے نفس کی معمولی سی تسکین پر نہیں لٹانا چاہیے۔

وہ کچھ دیر ان چیزوں کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں سے اپنے جی کو بہلاتا' پھر سر جھٹک کر کسی دوسری گلی میں جا نکلتا۔ آوارہ گردی سے جب دل بھر جاتا تو پھر وہی سیلن زدہ سیڑھیاں ہوتیں جن کو چڑھ کر اس کو اپنے پیاروں کے چہرے دیکھنے کو ملتے۔

"کہاں غائب ہو جاتا ہے تو؟ کب سے تیری راہ دیکھ رہی ہوں؟" اماں غصے اور بے چینی سے بولتیں۔

"جانتا بھی ہے تیرے بھیا بیمار ہیں۔ وہ تو نہیں جا سکتا بازار' جا اب جلدی سے مجھے اس رنگ کی نکی لا کر دے دھاگے کی۔" اماں کپڑے کی کترن پکڑا کر اس کو بازار کی جانب دوڑاتیں۔

"چاچا! اس رنگ کی نکی دے دو۔" پنساری کی دکان پر وہ چاچا روف سے بولا۔

چاچا نے گول شیشوں والی عینک سے مصدق کو گھورا اور کچھ دیر کے بعد مطلوبہ نکی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

"بیس نلکیاں اور دو گز بکرم' چالیس بٹن' چار رنگین دو عدد' پانچ زپ' کل ملا کر ٹوٹل ہو گیا۔ ایک سو باسٹھ روپے' اپنی ماں کو بول دینا۔ مہینہ ہونے کو آیا ہے اب میرا حساب چکتا کر دے۔" چاچا روف مصدق کو گھورتے ہوئے بولا۔

وہ چپ چاپ اس کی ڈانٹ سن کر مطلوبہ نکی ہاتھ میں تھامے گھر کی راہ ہو لیا۔ اس طرح کے ادھار اور بھی بہت سے دکان داروں سے چل رہے تھے۔

کریانے والے حاجی حبیب کا ادھار دودھ والے کا ادھار' سبزی والے سے ادھار' ادھار' ادھار کبھی کبھی

اسے لگتا وہ تو ادھار کی زندگی جی رہا ہے۔ ادھار مانگی ہوئی' اس کی ماں جائے نماز پر بیٹھ کر اللہ سے ان دونوں بھائیوں کی زندگی کی بھیک ہی تو مانگا کرتی تھی۔ خاص طور پر منور بھیا کے لیے زندگی کی بھیک۔ لیکن کبھی کبھی بھیا کے مدقوق چہرے کو دیکھ کر اسے لگتا کہ اللہ نے ادھار دینا بند کر دیا ہے۔ اب وہ اماں کو بھیا کی زندگی نہیں دے گا۔ نہ نقد نہ ادھار' بس زندگی کا حساب چکتا کر دو۔

اس نے تکی اماں کے سامنے رکھی اور اپنا بستہ نکال کر بیٹھ گیا۔

اماں نے مشین سے ایک نظر اٹھا کر مصدق کی جانب دیکھا۔

اماں کبھی کبھی بڑی وہمی ہو جاتی تھیں۔ منور کی بیماری کے بعد انہیں مصدق بھی کبھی کبھی بیمار لگنے لگتا۔ وہ بغور اس کے سانولے چہرے پر سرخی تلاشتیں۔ ہلکی سے زردی آنکھوں کے گرد حلقے' اماں کی جان نکال لیتے' اور اس دن تو اماں کی جان سچ مچ ہی نکل گئی جب بھیا کو خون بھری قے آئی تھی۔

بھیا یوں پیلے پڑے جیسے دہی میں بیسن مل گیا ہو۔ بھیا کو پلنگ پر لٹاتے لٹاتے اماں ہانپ گئیں۔

"کیوں جان کو روگ لگاتے ہو؟" اماں کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو تیرنے لگے۔

"تیری تائی نے روشن کی تاریخ پکی کر دی۔ بس اب بھول جا اسے۔ اللہ نے چاہا تو تجھے روشن سے بڑھ کر... بھول جا میرے بچے! میرے بس میں ہوتا تو میں تیری تائی کے پاؤں پکڑ لیتی پر تیری روشن کو کسی اور کا نہ ہونے دیتی۔ میں کیا کروں؟" اماں رونے لگی تھیں۔

"اماں! میری پیاری اماں...!" بھیا نقاہت کے باوجود اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"میں نہیں ہوں روشن کی وجہ سے پریشان... یہ تو... میں خود نہیں جانتا کیوں..." مصدق نے بھیا کا سفید چہرہ دیکھا کتنے حسین و جمیل تھے وہ کچھ ماہ پہلے اپنے نام کی طرح منور لیکن اس وقت وہ کیسے بجھے بجھے دکھائی دے رہے تھے۔

"تمہارا باپ زندہ ہوتا تو کسی کی مجال تھی کہ روشن آرا کا رشتہ ختم کروا سکتا۔ یہ تو میرے نصیب کی کالک ہے جو تمہاری قسمت بھی کھوٹی کر رہی ہے۔" اماں کے اندر کتنی شکست کتنی دکھ تلخی بھری ہوئی تھی۔

"اماں! یوں نہیں کہتے۔ کوئی کسی کے نصیب کو نہیں بدل سکتا۔ یہ آپ کی ہمت اور جرات ہے کہ ہم آج بھی بہت سوں سے اچھے دن گزار رہے ہیں۔ ابا کے مرنے کے بعد بھی پڑھایا' سال بھر کا مصدق تھا دیکھیں اب نو سال کا ہونے والا ہے۔ آپ تو ہماری بہادر ماں ہیں اماں!" منور نے ماں کی دلجوئی کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کیا ہے میں نے۔ بس تم لوگوں کو زندہ ہی رکھا ہے نا۔ تمہارے تایا تائی کو یہ سب نظر نہیں آتا۔ انہوں نے روشن کے لیے حیثیت مرتبے کو معیار بنایا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں' جو میں ان کو پیش کر کے روشن کو کسی اور کا نہ بننے دوں۔" کیسی بے بسی تھی تب اماں کے لہجے میں۔

بھیا کھانستے ہوئے لیٹ گئے۔

"اماں! بھول جائیں۔ انسان جس چیز کو پا نہ سکے اس کا غم کیسا۔"

"مجھے کہتا ہے۔ تو خود کیوں نہیں بھول جاتا؟ کیوں اس کے کھونے کا غم کو جان کا روگ بنا بیٹھا ہے۔" اور بھیا کا یہ روگ اب آخری اسٹیج پر پہنچ چکا تھا۔

اماں نے ماموں کے سامنے اپنا اکلوتا سونے کا سیٹ پیش کیا کہ وہ اس کی قیمت لگوا لائیں۔ سیٹ کو ہاتھوں میں تھامے کتنی حسرت سے وہ دیکھتی رہی تھیں۔ بہت بار خیالوں میں انہوں نے یہ سیٹ روشن کو پہنے دیکھا تھا۔ کتنی خوب صورت اور دلکش لگتی تھی وہ... اب۔ اماں نے اپنے خیال کو جھٹک کر دماغ سے دور پھینکا۔

"اسے جلدی سے بکوا دو مجھے منور کو مری کے سینی

ٹوریم میں داخل کروانا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس کا علاج اب وہیں ممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے آپا! میں کوشش کروں گا کہ اچھی قیمت میں نکل جائے۔" اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد اماں' ماموں اور بھیا اسے اکیلا چھوڑ کر مری چلے گئے۔ مری جاتے ہوئے آخری بار بھیا نے اس سے لپٹ کر خدا حافظ کہا۔ اس سے پہلے وہ مصدق کو زیادہ اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔

"خوب دل لگا کر پڑھنا۔ بے کار گلیوں میں نہیں پھرنا۔ اماں کو کبھی تنگ نہ کرنا اور اماں کے لیے وہ سب کرنا جو میں نہ کر سکا۔" بھیا اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر بولے۔

"آپ کب آؤ گے بھیا؟" مصدق کا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔

"میں آؤں یا نہ آؤں لیکن جو باتیں تم سے کہہ رہا ہوں یہ کبھی نہ بھلانا کبھی' اور ہاں ہمیشہ فتح اور جیت کے لیے کوشش کرنا' جو لوگ پہلی ٹھوکر پر دل ہار جائیں تو پیچھے سے آنے والے ان کو روند کر گزر جاتے ہیں۔ اس لیے... اس لیے جب کچھ پانے کچھ حاصل کرنے کا ارادہ کرو تو یہ سوچ کر کرو کہ تمہیں ہر حال میں جیتنا ہے۔"

وہ ماموں کے گھر میں رہنے لگا۔ وہ ہر روز بھیا کی باتوں کو ذہن میں دہراتا۔ کسی آیت کی طرح' ان لفظوں کی گہرائی سے اسے کوئی خاص واقفیت نہیں تھی لیکن وہ اس کے ذہن میں کندہ ہو چکی تھیں۔

بھیا کی باتیں اس کے اندر عجیب سی جرات' ہمت اور زندگی بیدار کر دیتی تھی لیکن بھیا خود... پھر کبھی مصدق کی زندگی میں واپس نہیں آئے۔

☆ ☆ ☆

اس نے سر اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا۔ وہی سرخ پھولوں والا حویلی نما مکان جس کے ایک جھروکے میں ہنستی مسکراتی روشن آرا ارد گرد روشنی بکھیر رہی تھیں۔ بہت پرانی بات ہو گئی تھی لیکن اس کے ذہن میں آج بھی اتنی ہی تر و تازہ اور نئی تھی جتنی اس پل کی یہ ساعت۔

اس کی آنکھیں آج بھی روشن آپا کا وہ چہرہ نہیں بھولی تھیں۔ اس کے کان میں آج بھی ان کا وہ جملہ گونجتا تھا۔

"کیا ہوا منے؟ کچھ کھو گیا کیا؟"

وہ کچھ حیران پریشان سا اس گھر کے نیچے کھڑا تھا۔

وہ یہاں کیوں آیا ہے؟ شکاگو سے وہ سیدھا کراچی کیوں نہیں آیا' ماموں مامی کے پاس' وہ یہاں ڈائریکٹ لاہور کیوں آیا۔ اور اگر لاہور آ ہی گیا تھا تو سیدھا اس محلے کی اس گلی میں اس گھر کے دروازے پر کیوں کھڑا ہے؟ وہ اپنے دوست تنویر یا فاروق کے پاس بھی تو جا سکتا تھا۔ وہ اپنے گھر بھی تو جا سکتا تھا۔ جو اسی محلے کی ایک گلی میں برسوں سے بند پڑا کسی مکین کے آنے کا منتظر تھا؟ وہ بھلا یہاں ہی کیوں آیا۔ بعض اوقات آپ کے پاس سوالوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے اور جواب ایک بھی نہیں ملتا۔ بعض جواب شاید مستقبل میں پنہاں ہوتے ہیں جو پرت در پرت آپ پر آشکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نہ جانے اس کو کب کوئی جواب موصول ہو۔

اسے دستک دیے ہوئے کتنے پل بیت چکے تھے۔ اسے لگا کوئی بند دروازے کے پیچھے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہا ہے اور پھر یک لخت دروازہ کھل گیا۔ دونوں پٹ کھولے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"روشن!" مصدق کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"ستارہ" وہی نقرئی سی ہنسی وہی دمکتی آنکھیں' وہی رنگت۔

"روشن ستارہ" وہ ہونق پن سے بولا۔

"جی نہیں۔ میں صرف ستارہ ہوں۔ ویسے روشن ستارہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ستارہ تو ہوتا ہی روشن ہے۔" وہ پھر سے ہنسی۔

وہ بے دھیانی سے مبہوت سا کھڑا اس کو دیکھتا رہا۔

"اے مسٹر کہاں کھو گئے؟" اس نے اپنی مخروطی انگلیوں سے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی۔ وہ چونک گیا۔ برسوں پہلے بھی کھویا تھا' اس حسن کے دربار میں اور آج بھی کھو ہی تو گیا تھا اس حسن کی تازگی

دلفریبی میں۔

"میں مصدق۔"

"ہائے مصدق! تو آپ ہیں مصدق چچا۔" اس کی گہری کالی کاجل زدہ آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہائے تائی! مصدق چچا آئے ہیں۔۔۔ تائی۔!" وہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرتی سیڑھیوں کی سرنگ میں غائب ہو گئی۔ اور وہ دروازے کے نیچے دو سوٹ کیسوں کے ہمراہ "چچا" کے خطاب پر حیران پریشان کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

تائی اماں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بار بار ان کو پونچھتی مصدق کے چہرے پر پیار بھری نظر ڈالتیں۔ اس کے کندھے پر کبل پر اپنا جھریوں زدہ ہاتھ پھیرتیں۔

"کتنے برسوں بعد ہماری یاد آئی۔ کیسے چلا گیا یہاں سے۔ کبھی یاد نہ آئے ہم؟ چھوٹا تھا تو سارا سارا دن یہاں رہتا تھا۔ اتنا دل سخت کر لیا۔ تائی اماں اتنی بری تھی کی۔ بھائی امانت اور پھر وہ جوان جہان منور کے بعد تو صادقہ نے ہم کو کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں۔ خودداری اچھی چیز ہے' پر اپنوں سے یوں غیریت برتنا تو دانش مندی نہیں۔" تائی جان اس کو بولنے کا موقع دیے بغیر خود ہی رک رک کر بولتی چلی گئیں۔

"صادقہ نے ہم کو ہمیشہ غیر ہی سمجھا۔ چپ چاپ بھائی کے ساتھ کراچی جا بسی۔ جانے سے پہلے بتا دیتی تو ہم کون سا روک لیتے۔"

"اماں! بس بھی کریں۔" کسی نے کمرے میں داخل ہو کر تائی اماں کو مزید بولنے سے روک دیا۔

مصدق نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ عفت آرا تھی۔ وہ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پہچان گیا تھا۔ عفت آرا کی سب سے بڑی پہچان اس کے سانولے چہرے پر چیچک کے نشان تھے۔ اسی لیے بچپن میں سب اس کو "ماما والی" کہتے تھے۔ جس پر وہ بہت چڑتی' روتی' ناخن مارتی' کبھی کبھار سامنے والے کو کاٹ بھی کھاتی تھی۔

عفت آرا بڑی ہو گئی تھی۔ وہ مصدق کی ہم عمر تھی۔ سانولا رنگ اور چیچک کے نشان تو جوں کے توں تھے' لیکن چہرے پر بڑی عمر کی سنجیدگی نے لے لی تھی۔ وہ عفت آرا کھو گئی تھی' فراک پہنے' بال بکھرائے روتی جاتی اور بلند آواز میں للکارتی "اب مجھے "ماما والی" کہا تو تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"کیسے ہو مصدق؟"

"اچھا ہوں۔ تم سناؤ؟"

"ویسی ہی ہوں جیسی چھوڑ کر گئے تھے۔"

"اری عفت! چائے وائے لاؤ۔ کب سے لڑکا آیا بیٹھا ہے۔" تائی اماں بولیں۔

"بناری ہے اماں! ستارہ لے کر آ رہی ہے۔" عفت آرا' تائی اماں کی بے چینی پر اطمینان دلاتے ہوئے بولی۔

"ہو' اسے کیوں کہہ دیا۔ اب کچھ نہ کچھ خراب کرے گی' سیٹ کی پیالی توڑے گی' یا چائے کا ستیاناس کر دے گی۔"

"اب اتنی بھی پھوہڑ نہیں ہوں تائی!" ستارہ کمرے میں چائے کی ٹرے اٹھائے داخل ہوئی' اور سامنے پڑے میز پر ٹرے اور لوازمات لا کر سجا لیے۔

"مصدق! اس سے ملے تم۔ یہ روشن کی بیٹی ہے۔" تائی اماں نے مصدق کا دھیان چائے بناتی ستارہ کی طرف کروایا۔

"جی تائی اماں! ملا ہوں۔" مصدق نے نظریں اٹھا کر ستارہ کی جانب دیکھا۔

"تائی! سب سے پہلے تو مجھ ہی سے ملاقات ہوئی تھی' مصدق "چچا" کی۔" ستارہ نے چچا پر خوب زور دیا اور پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

"ایک تو اس لڑکی کی وقت بے وقت کی ہنسی...." تائی اماں جھلا کر بولیں۔

"ہنسی کی تو بات ہے۔ اتنا ذکر کرتی تھیں آپ کہ مصدق تمہارے چچا ہیں۔ میں نے ذہن میں کسی بڈھے کھوسٹ چچا کا خاکہ کھینچ رکھا تھا۔ پر مصدق چچا تو بڑے ہینڈسم اور اسمارٹ نکلے۔" ستارہ دوبارہ ہنستے ہوئے بے باکی سے بولی۔

"تمہاری اماں اور عفت آرا کا چچا زاد بھائی ہے' تو تمہارا چچا ہی ہوا نا!" تائی اماں ماتھے پر ہاتھ مار کر وضاحت کرتے ہوئے بولیں۔

"جاؤ اب جا کر رات کے کھانے کی تیاری کرو۔ بچپن میں تو اسے موٹی والے پراٹھے اور بیگن کا بھرتہ بہت پسند تھا۔ جب بھی ہمارے گھر آتا۔ خاص مجھ سے فرمائش کر کے پکواتا تھا۔ کیوں مصدق؟"

تائی اماں ماضی کو یاد کرتے ہوئے بولیں۔ مصدق نے بھی اس بوڑھی جھریوں زدہ عورت کی دل شکنی کرنا مناسب خیال نہ کیا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ حالانکہ بچپن میں وہ تایا' تائی کے گھر آتا تو ضرور تھا' لیکن اس کی کبھی کوئی خاطر مدارات نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر اسے بازار کے مختلف کاموں کے سلسلے میں اِدھر اُدھر دوڑایا ہی جاتا تھا۔

"او ہو تائی! اب کیا رات کے کھانے میں ہم موٹی کے پراٹھے اور بیگن کا بھرتہ بنائیں۔ کوئی مرغی وغیرہ منگوائیں' قورمہ' بریانی بناتے ہیں۔" ستارہ دبے دبے غصے سے بولی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں! جاؤ عفت! میرے پرس میں سے پیسے نکال کر ساتھ والے کے لڑکے کو بھیجو۔ سامان لا دے۔" تائی اماں جلدی سے بولیں۔

عفت اور ستارہ رات کے کھانے کا انتظام کرنے کمرے سے چلی گئیں۔

مصدق نے دونوں کو کمرے سے جاتے دیکھا' دونوں میں کتنا فرق تھا۔ ستارہ کے اندر چمک' خوبصورتی اور تر و تازگی تھی۔ بے باکی تھی۔ شوخی تھی' اور عفت۔۔۔ وہ تو بالکل بجھا ہوا چراغ تھی۔ جس میں نہ تو لو ہوتی ہے اور نہ ہی رنگینی۔

"ہائے ہائے کتنی بڑی بھول ہو گئی تھی مجھ سے۔ بس میں کھرے کھوٹے کو پہچان نہ سکی۔ دولت نے نظروں پر ایسی پٹی باندھ دی تھی کہ مجھے اس کے آگے کچھ نظر نہیں آیا۔ نظر آیا تو صرف روشن آرا کا تابناک مستقبل۔ لیکن دیکھا' ہوا کیا۔ روشن آرا کا رشتہ منور سے ختم کر کے میں نے روشن کو جیتے جی مار دیا۔ منور تو دنیا سے چلا گیا اور میری روشن زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے بدتر زندگی گزارنے لگی۔ اور آخر کار۔۔۔"

"بس تائی جان! اللہ کے حکم کے آگے کس کا زور۔۔۔" مصدق صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"دیکھو نا' اگر منور کی شادی روشن آرا سے ہوئی ہوتی تو تم ستارہ کے حقیقی چچا ہی تو ہوتے۔" تائی اماں ماضی کی یادوں میں سے مستقبل کا رشتہ تلاش کر لائی تھیں۔ تائی اماں کتنی بدل گئی تھیں۔ بلکہ یہ اس کی بدلی ہوئی حیثیت تھی۔ جو ان کو مجبور کر رہی تھی کہ اپنا رعب و دبدبہ جو ہمیشہ ان کی شخصیت کا خاصا ہوا کرتا تھا' اس کو بھول کر مٹھاس شفقت اور نرمی کو اختیار کریں۔ پیسے میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ کتنی قوت ہوتی ہے' جو انسان کے رویے کو' مزاج کو بدل دیتے ہیں' یا شاید یہ بڑھتی ہوئی عمر کا احساس تھا جو تائی جان کو سچ بولنے اور نرمی پر مائل کر چکا تھا۔ ورنہ یہ وہ تائی اماں تھیں جو اپنی مرضی کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اپنی مرضی کا سچ' اپنی مرضی کے رشتے دار' اپنی مرضی کی مہمان داریاں۔

لیکن اب مصدق کے پاس دنیا کی سب سے طاقتور شے آ چکی تھی۔

"دولت" جس نے تائی جان کی مرضی کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔

"اب تم کہیں نہ جانا' جتنے دن ہو میرے پاس ہی رہنا۔" تائی اماں محبت سے بولیں۔ "عفت! عفت آرا! مصدق کا سامان تیسری منزل والے کمرے میں سیٹ کرو۔" تائی اماں نے عفت کو حکم دیا۔

مصدق اپنا سامان عفت آرا کے حوالے کر کے سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ اس گھر سے باہر بازار تھا۔ جس میں ہر طرح کی دکانیں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آنے والے گاہکوں کو متوجہ کر رہی تھیں۔ بچپن میں وہ کتنی بے بسی کے عالم میں ان دکانوں کے سامنے سے گزرا کرتا تھا۔ وہی اماں کی دی ہوئی اٹھنی کو

مضبوطی سے پکڑے۔ اب نہ تو اماں رہیں اور نہ ہی وہ انمنی۔ جیب میں پڑا ہوا امریکی ڈالروں سے لبالب بھرا تھا۔ لیکن کچھ خریدنے کی خواہش نہ تھی۔ جو شاید اماں کے ساتھ ہی مر گئی تھی۔ بازار میں بہت کچھ بدل بھی گیا تھا۔ اٹھارہ انیس سال پہلے سی ڈیز، موبائل کی دکانیں نہیں ہوتی تھیں۔ نہ ہی دکانوں کے باہر اتنے بے باک پوسٹر چسپاں نظر آتے تھے۔ وہ گھوم کر دوسری گلی میں داخل ہو گیا۔ اس تنگ و تاریک گلی میں سب سے بجھا ہوا تاریک گھر اس کا اپنا تھا۔ ارد گرد کے گھروں میں سے آتی روشنیوں کے بیچ میں کھڑا خستہ حال گھر۔ آسیب زدہ محسوس ہو رہا تھا۔ زنگ آلودہ کھڑکیاں، ٹوٹے ہوئے شیشے مرکزی دروازے کے پٹ بھی اتنے بوسیدہ ہو چکے تھے کہ کسی کی ایک ٹکر سے زمین بوس ہو جاتے۔ وہ کتنی دیر گلی میں کھڑا اس تین منزلہ گھر کے نیچے کھڑا اپنے ماضی کو یاد کرتا رہا۔ جب بھی اس گھر سے روشنی آیا کرتی تھی۔ آوازیں گونجتی تھیں۔ کھانوں کی اشتہا انگیز مہک آیا کرتی تھی۔ لیکن اب۔ اب تو یہ گھر جلی ہوئی ہنڈیا کی مانند تھا۔ کالا جلا ہوا بدذائقہ۔

کھانے سے اسے یاد آیا کہ وہ جب سے سفر پر نکلا ہے اس نے جہاز میں ناشتے کے سوا کچھ نہیں لیا تھا۔ اس کی بھوک چمک اٹھی تھی۔ وہ واپس تائی اماں کے گھر کی جانب لوٹنے لگا۔ بازار عبور کر کے جب وہ واپس آ رہا تھا تو لڑکوں کے ٹولے بکروں، مینڈھوں، دنبوں کو سجائے بازار سے گزر رہے تھے۔ وہ دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگا۔ بقر عید کی آمد تھی۔ اس نے کبھی اپنی اس زندگی میں جو اس نے یہاں گزاری تھی بقر عید پر قربانی نہیں کی تھی۔ ابا کی وفات اور منور بھیا کی بیماری سے ان کے حالات اس قدر خراب ہوئے تھے کہ انہیں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہتے تھے۔ لیکن تایا کے گھر ہر سال بڑے اہتمام سے بقر عید کی تیاری کی جاتی۔ تایا ابا ایک بیل کے علاوہ دو بکرے بھی قربان کرتے اور اس دن ان کے گھر میں بھی اتنا گوشت اکٹھا ہو جاتا کہ محرم تک وہ اپنی زبانوں پر گوشت کے ذائقے کو محسوس کرتے رہتے تھے۔

لڑکوں نے اپنے اپنے بکروں کی رسیاں تھام رکھی تھیں۔ جن کے دنبے تھے انہوں نے مہندی سے عید مبارک لکھ رکھا تھا۔

امریکا میں پندرہ سال اس نے قربانی تو کی، لیکن وہاں قربانی کا وہ مزہ نہیں تھا جو اپنے ملک میں عید قربان کا ہوا کرتا تھا۔ امریکا میں تو وہ پیسے جمع کروا دیتا اور گوشت بن کر اس کے گھر آ جاتا تھا۔ لیکن اکثر وہ گوشت بھی کسی نہ کسی ادارے کو دے دیا کرتا تھا۔ اس کے گھر میں تھا ہی کون، گوشت کو سنبھالنے والا، تکے کباب بنانے والا۔

وہ سوچتے ہی تائی اماں کے گھر واپس آ گیا۔ دوسری منزل کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسے بڑی اشتہا انگیز خوشبو میں آنے لگیں۔ دوسری منزل پر کچن اور تائی اماں کا بیڈ روم تھا۔ گراؤنڈ فلور پر صرف ایک نام نہاد بیٹھک تھی، جن پر برسوں پرانے صوفے، بید کی کرسیاں اور پیتل کے گل دان دھرے تھے۔ تایا ابا کی وفات کے بعد اس گھر پر جمود طاری تھا۔ اس گھر کی ہر چیز ویسی ہی تھی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

"آؤ، آؤ۔ بڑی دیر کر دی تم نے۔" تائی اماں اسے دیکھ کر بولیں۔

"بس یونہی ذرا بازار کی سیر کو نکل گیا تھا۔" وہ ہولے سے بولا۔

"اچھا چلو جاؤ، اب ہاتھ منہ دھو لو۔ میں عفت آرا سے کہتی ہوں کھانا لگائے۔" تائی اماں محبت سے بولیں۔

وہ تیسری منزل پر اپنے لیے سیٹ کیے جانے والے کمرے میں جانے لگا تو کچن سے ستارہ کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔

"شکر ہے خالہ! مصدق چچا کی وجہ سے ہمیں بھی اتنے عرصے کے بعد اچھا کھانے کو ملے گا۔"

"توبہ ہے ستارہ! کیسے ندیدوں کی طرح بول رہی ہو کیا کبھی کچھ اچھا نہیں کھلایا۔" عفت آرا کی تاسف بھری آواز آئی۔

"خالہ! آپ تو یوں ناراض ہو رہی ہیں جیسے ہمارے گھر میں تو روز پلاؤ' قورمہ بنتا ہے' پچھلی عید پر گوشت پکا تھا اور آج پکا ہے' پورے دو مہینے ہونے والے ہیں اور ویسے آج بھی نہ پکتا اگر یہ مصدق میاں نہ آتے۔ تائی نے تو بقر عید پر نظر رکھی تھی۔" ستارہ کی شوخی میں کمی نہیں آئی تھی۔

"اچھا بک بک بند کرو۔ اور چل کر میز پر برتن رکھو۔ مصدق آتا ہی ہوگا۔" عفت نے ستارہ کو گھرکا۔

"ویسے خالہ! یہ مصدق چچا... ستارہ نے چچا پر خوب زور دیا۔ "ان کو چچا کہتے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آپ کے مزے ہیں جو یوں مصدق کہتی ہیں۔" ستارہ یہ کہہ کر زور سے ہنسنے لگی۔

"میرا تو ہم عمر ہے' بلکہ امی کہتی ہیں کہ میں سال بھر بڑی ہوں مصدق سے' بتیس سال کی ہو گئی ہوں۔ تو یہ اکتیس کا ہوگا۔" عفت سنجیدگی سے بولی۔

"اونو خالہ! انسان کو اتنا بھی سچا نہیں ہونا چاہیے۔ آپ تو بالکل بھی بتیس کی نہیں لگتیں اور مجھے دیکھیں' انیس سال کی ہو گئی ہوں پر لگتی تو اکیس کی ہوں۔ ساری بات لگنے کی ہوتی ہے۔ انسان کی عمر اتنی ہی ہوتی ہے جتنا وہ نظر آتا ہے۔ اگر آپ ذرا سنجیدہ کم رہا کریں تو بالکل میری ہم عمر لگیں۔"

مصدق نے ایک ترچھی نظر کچن میں ڈالی۔ خالہ' بھانجی کھانے کو ڈونگوں میں نکالنے اور برتن سیٹ کرنے میں مصروف تھیں۔ ستارہ کا سرخ و سفید چہرہ آگ کی تپش کے باعث سرخ ہو رہا تھا' پسینے کے قطرے ماتھے پر چمک رہے تھے۔ پتلی کمر پر قمیص مزید چپک کر رہ گئی تھی۔ دوپٹے سے بے نیاز الجھی ہوئی لٹوں کے ساتھ جو چہرے اور گردن پر بکھر رہی تھیں۔ وہ مصدق کو دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کے برعکس عفت کا سانولا ڈھکا چھپا وجود اسے مزید فالتو بے کشش بنا رہا تھا۔

"چلو اب دوپٹہ اوڑھو' اور جلدی سے برتن اٹھا کے کمرے میں لے کر چلو۔" عفت نے اس کے فٹنگ والے کپڑوں میں سے جھلکتے جسم کے زاویوں سے نظریں چرا کر ذرا سختی سے کہا۔

ستارہ نے بے نیازی سے دوپٹہ گلے میں ڈال لیا اور ٹرے تھام لی۔

"دوپٹہ تو ڈھنگ سے اوڑھو' وہاں شاید مصدق بیٹھا ہو۔"

"جانے بھی دیں اماں جان!" اور کمرے کی طرف جانے سے پہلے ستارہ نے عفت آرا کے سر پر سے دوپٹے کو ہاتھ سے کھینچ کر اتار دیا۔ اور کھلکھلاتی ہوئی باہر آنے لگی۔

مصدق تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

کمرہ بے حد سادگی اور نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔ تیسری منزل پر واقع یہ کمرہ پہلے تائی اماں کا اسٹور روم تھا' جہاں پر جاوید بھائی' قیوم بھائی کی بیویوں کے جہیز کی پیٹیاں' ٹوٹے پلنگ' پرانے کھیس' ادھڑی ہوئی کرسیاں' آٹے کے کنستر' گندم' چاول کی بوریاں اور نہ جانے کیا کیا دھرا ہوتا تھا۔ لیکن دونوں بھائیوں کی علیحدگی کے بعد اس کو کمرے کی شکل دے دی گئی تھی۔

نواڑ کا پلنگ' پرانی الماری' ایک تپائی جس پر اب اس نے اپنا فون' والٹ اور عینک رکھ دی تھی۔ اس کمرے کی کل کائنات تھی۔ تب چیزوں کی بھرمار سے کمرہ کتنا مختصر لگتا تھا' لیکن اب کشادہ محسوس ہو رہا تھا۔ کمرے میں ملحقہ کھڑکی تھی جو سامنے چھت کی طرف کھلتی تھی۔ چھوٹی سی چھت جس کی منڈیر پر وہ رک کر وہ بچپن میں دوسرے گھروں میں کود جایا کرتے تھے۔ پتنگ' گڈیاں لوٹنے کے لیے کمرے سے نکل کر اس نے منڈیر سے نیچے جھانکا' تیسری منزل سے کھائی کی طرح گہرا' وہ ایک لمحے کو سن رہ گیا۔ بچپن بھی کتنا بے پروا ہوتا ہے۔ آج اگر کوئی اس سے کہتا کہ اس منڈیر سے کود کر دوسرے گھر میں چلے جاؤ تو وہ لاکھوں کی پیش کش پر بھی ایسا نہ کرتا اور تب وہ معمولی سے دو تین روپے کی پتنگ پر اتنی قیمتی جان کی پروا نہیں کرتا تھا۔

کمرے سے منسلک چھوٹے سے باتھ روم میں اس نے ہاتھ منہ دھوئے اور نیچے اتر آیا۔

دوسرے دن جاوید بھائی قیوم بھائی اپنے بال بچوں کے ہمراہ اس سے ملنے آگئے۔ گھر میں خوب رونق اور چہل پہل ہو گئی تھی۔ دونوں بھائی روشن آپا سے چھوٹے تھے اور پھر عفت آرا تھی دونوں بھائیوں اور ان کی بیویوں کے چہروں پر رونق اور خوش مزاجی بکھری ہوئی تھی۔ دونوں خاندان ایک دوسرے سے بڑھ کر اس کے ساتھ اپنائیت اور اپنے پن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"کل رات کا کھانا مصدق ہمارے گھر کھانا۔" جاوید بھائی اصرار سے بولے۔

"ہاں! آپ سب لوگ مصدق کو لے کر آیئے گا۔" نیلم بھابی نے تو حد ہی کر دی۔ پورے گھرانے کو مدعو کر ڈالا۔

"چلیں پرسوں ہماری طرف کیوں تسکین؟" قیوم بھائی اپنی بیوی سے تائید چاہتے ہوئے بولے۔

"ہاں ہاں' اور جاوید بھائی آپ لوگ بھی پرسوں سب ہماری طرف آجائیں۔" تسکین نے جٹھانی کے سینے پہ مونگ دلا۔

مصدق ان دونوں خاندانوں کے بیچ سینڈوچ بنا بیٹھا تھا۔ تائی اماں اس کی جانب سے خود ہی اقرار کر چکی تھیں۔

"اور سناؤ مصدق! کیا کرتے ہو امریکا میں؟" جاوید بھائی کی نظریں اس کی قمیص کی اوپری جیب پر ٹکی ہوئی تھیں' جو بہت بھری بھری معلوم ہو رہی تھی۔

یہ وہی جاوید بھائی تھے' جو مصدق کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ تیسری منزل والے کمرے میں انہوں نے بے شمار رسالے اور ڈائجسٹ چھپا رکھے تھے۔ جن میں سے اکثر اخلاق باختہ تصاویر اور کہانیاں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ تایا ابا سے چھپ کر سگریٹ بھی پیتے تھے۔ کبھی کبھی مصدق ان کے کمرے میں پہنچ جاتا تو ایسی ڈانٹ پڑتی کہ خدا کی پناہ۔

دوستوں کی محفل میں عشقیہ اشعار اور گندے لطیفے سنانا قیوم بھائی کا مشغلہ تھا۔ ایک بار مصدق ان کی ٹوہ میں جا پہنچا۔ قیوم بھائی نے ایسا کان مروڑا کہ دس دن تک اس کا کان سرخ رہا تھا۔

"پہلے تو ٹیکسی چلاتا رہا۔ تین چار سال ٹیکساس میں ٹیکسی چلائی۔ پھر ایک اسٹور میں سیلز مین کے طور پر کام کیا۔ وہ گھروں میں پزا ڈلیور کرتے۔ پھر کچھ پاکستانی لڑکوں کے ساتھ ایک چھوٹا سا اسٹور کھولا۔ اللہ کا شکر ہے کہ تجربہ کامیاب رہا۔ اب میرا ذاتی اسٹور ہے۔"

"ماشاء اللہ' ماشاء اللہ۔" جاوید بھائی جلدی سے بولے۔

"گزر اوقات تو اچھی ہو جاتی ہے نا؟" وہ بولے۔

"بھائی میاں کہاں بات کرتے ہیں آپ۔ وہ کون سا روپیہ کماتا ہے وہاں۔ ڈالر کماتا ہے ڈالر گزر اوقات کیوں نہیں ہوتی ہوگی۔" قیوم بھائی بڑے بھائی کی بات پر تمسخر سے بولے۔

"ہاں بھئی۔ یہ بھی سچ ہے۔ ڈالر کے سامنے روپے کی کیا حیثیت؟ ایسے ہی جیسے سمندر کے سامنے گندا نالہ۔" جاوید بھائی بھونڈی مثال دے کر بولے۔

مصدق کے دل میں ایک ناگواری لہرا گئی۔

"اور بھئی مصدق! شادی وادی تو نہیں کر لی کسی امریکن سے وہاں۔" نیلم بھابی اس کی جانب دیکھتے ہوئے دلچسپی سے بولیں۔ کمرے میں موجود سارے نفوس بڑی منتظر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگے۔ صرف ستارہ تھی جو قیوم بھائی کے چھوٹے بچے کو گود میں لٹائے گدگدیاں کرنے میں مصروف تھی۔

"نہیں بھابی! ایسا کچھ نہیں کیا میں نے۔" وہ ستارہ سے نظریں ہٹا کر بولا۔

"شکر ہے بھئی' ورنہ تو لڑکے گرین کارڈ کے حصول کے لیے کسی بھی کالی گوری بڑی عمر والی کے ساتھ بیاہ رچا لیتے ہیں۔ یہاں چاہے ماں رشتہ طے کر کے بیٹھی ہو۔" تسکین بھابی کے دل کو بھی مصدق کے کنوارہ ہونے سے بڑی تسکین ملی تھی۔

مصدق نے عفت کی جانب دیکھا وہ خجالت سے کھڑی تھی۔ تسکین بھابی کی بات پر فوراً کمرے سے چلی گئی۔

www.Paksociety.com

"گرین کارڈ تو مل گیا ہے نا تمہیں۔" قیوم بھائی نے یکدم کچھ یاد آنے پر پوچھا۔

"جی بھائی! چار سال ہو گئے ہیں ملے ہوئے۔"

"چلو یہ اچھا ہو گیا۔ کام پکا اور قانونی کرنا چاہیے۔" جاوید بھائی یوں شکر ادا کرتے ہوئے بولے جیسے ان کے سر سے ایک بوجھ اتر گیا ہو۔

"ستارہ! جاؤ خالہ کے ساتھ جا کر کھانے کا بندوبست کرو۔" تائی اماں کو سب کے بیٹھے رہنے کا احساس ہو چلا تھا۔ ستارہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اتنے عرصے بعد مصدق آیا ہے۔ آج تو خوب محفل جمے گی۔" قیوم بھائی زندہ دلی سے بولے۔

"کیوں نہیں ماموں! بس اس محفل کو جمانے کے لیے کچھ پیسے چاہئیں۔ مرغی، گوشت سب کچھ ختم ہے۔" وہ سب کے بیچ بے حد صاف گوئی سے بولی۔

ایک لمحے کو تو تمام نفوس کو سانپ سونگھ گیا۔

"اماں! مجھے فون کر دیتیں، میں آج ہی راشن لے آتا۔" جاوید بھائی یوں بولے، جیسے ہر مہینے کی اس تاریخ کو وہ ہی اس گھر کا راشن لاتے ہیں۔

تائی اماں نے نظریں چرائیں، نیلم بھابی کا منہ بن گیا تھا۔ تسکین بھی اپنی جگہ پر بدمزہ ہوئی بیٹھی تھیں۔

"میں ابھی کچھ لے کر آتا ہوں۔" قیوم بھائی آخر کار ہمت کر کے اٹھے۔

"چلیے قیوم بھائی! میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" مصدق کو قیوم بھائی کی بے چارگی کو دیکھ کر ترس آ گیا تھا۔

"ہاں ہاں، چلو تم بھی ذرا بازار کا چکر لگا لو، یاد ہے کتنا بھاگا پھرا کرتے تھے تم بازار میں۔" قیوم بھائی فوراً مصدق کو ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے۔

ان دونوں کے نکلتے ہی نیلم بھابی تائی اماں پر پھٹ پڑیں۔

"یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ اس قدر زبان دراز، کسی آئے گئے کی تمیز نہیں اس لڑکی کو۔ اب یہ مصدق کے سامنے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا سوچتا ہو گا وہ ہمارے بارے میں کہ ملک بسن کا کوئی خیال نہیں رکھتے۔ دو وقت کی روٹی کو نہیں پوچھتے۔" تسکین بھابی نے بھی دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"سمجھاتی تو رہتی ہوں اس کو۔" تائی اماں احساسِ جرم میں گھری شرمندگی سے بولیں۔

"خاک سمجھاتی ہیں۔ آ رہا ہے نظر، صاحب زادی کے مزاج کس قدر بگڑے ہوئے ہیں۔"

اسی لمحے ستارہ تنتناتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"ممانی سے بگڑنے کی ضرورت نہیں، جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہیں۔"

"ارے رہنے دو بی بی! ہمیں تمہارے منہ نہیں لگنا۔" نیلم بھابی نے نفرت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"ستارہ! تم کچھ زیادہ ہی گستاخ ہوتی جا رہی ہو۔" اس بار جاوید بھائی بھی چپ نہ رہ سکے۔

"ماموں! کل بھی مصدق چچا کے کھانے کے لیے ہم نے ہمسایوں سے ادھار لیا تھا۔ مہینے کی آخری تاریخیں ہیں۔ آپ تو جانتے۔"

"ستارہ! خاموش رہو اور جاؤ کچن میں۔ خالہ کی مدد کرو۔" تائی اماں ستارہ کو ڈپٹ کر بولیں۔ ستارہ غصے سے پیر مارتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

"اس کی وجہ سے تو میں یہاں آتی نہیں ہوں۔" تسکین بھابی نے سسرال نہ آنے کی نئی وجہ بتائی۔

"چھوڑو، بچی ہے۔ یونہی میری پریشانی کے خیال سے سب سے الجھ پڑتی ہے۔" تائی اماں سب کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولیں۔

"تو اماں! ہم بھی تو کوئی خاص خوش حال نہیں، پانچ بچے، اسکول کی فیس، بل، کرائے، یہی پریشانی ہمیں بھی لگی ہے۔" جاوید اپنا دامن بچا کر بولے۔

"اتنی ہی اسے پریشانی ہے تو بھیج دیں اسے اس کے ددھیال۔ خوامخواہ مصیبت اور ذمہ داری ہمارے گلے پڑ گئی ہے۔" تسکین بھابی کرسی پر پہلو بدل کر بولیں۔

تائی اماں خاموش ہو گئیں، وہ جانتی تھیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتیں۔

✡ ✡ ✡

مصدق نہیں جانتا تھا کہ تائی اماں کے حالات اس قدر دگرگوں ہو چکے ہیں۔ وہ قیوم بھائی کے ساتھ بازار میں خریداری کرتا رہا۔ قیوم بھائی نے ایک دو بار پیسے ادا کرنے کا تکلف کیا۔ لیکن مصدق جس انداز سے خریداری کر رہا تھا، قیوم بھائی کے بس میں نہ تھا کہ وہ اس کے بل ادا کرتے۔

"اماں کی دکانوں کا کرایہ آتا ہے۔ بس شروع سے ہی ہاتھ کھلا ہے ان کا۔ اس لیے مہینے کے آخر میں ذرا دشواری ہو جاتی ہے۔" قیوم بھائی تائی اماں پر ہی الزام دھر کر بولے۔

مصدق کچھ نہ بولا، بس اپنی سمجھ کے مطابق گھر کی ضرورت کی اشیاء خریدتا رہا۔

"اور پھر مفت میں ستارہ کی ذمہ داری۔" مصدق نے چونک کر قیوم بھائی کی جانب دیکھا۔

"یہ ستارہ یہاں کیوں رہتی ہے؟ روشن آپا کی سسرال تو خانیوال میں تھی نا؟" مصدق نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"بس یار! یہ بھی اماں جان کی ضد ہے۔ پہلے اپنی ضد کے ہاتھوں روشن آپا کا منور بھائی سے رشتہ ختم کر دیا، روشن آپا نے آٹھ سال سسرال میں کس قدر خراب زندگی گزاری کہ کچھ نہ پوچھو۔ ابا تو بہت ہی دل گرفتہ رہتے تھے۔ روشن آپا کی وفات پر ان کے خبیث لالچی سسرال والے ستارہ کو ہمارے حوالے کر گئے کہ ہم لڑکی ذات کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے۔ اماں کو چاہیے تھا کہ یہ ذمہ داری تو اصل میں ان کی ہے، وہی سنبھالیں مگر وہ اس قدر لالچی اور چالاک لوگ تھے، جانتے تھے کہ لڑکی ذات پر شادی بیاہ میں خرچ کرنا پڑے گا۔ مگر اماں پر تو روشن آپا کی محبت کا بھوت سوار تھا۔ فوراً ستارہ کو کلیجے سے لگا لیا۔ اب تم اس لڑکی کے طور طریقے تو دیکھ ہی رہے ہو۔ کس قدر زبان دراز اور بدتمیز ہے۔ پوری اپنے باپ پر گئی ہے۔ وہ بھی تو روشن آپا کو بکواس کر کے تڑپایا کرتا تھا۔" قیوم بھائی بازار میں چلتے ہوئے مصدق کو ستارہ کی ماضی کے چیدہ چیدہ جھلکیاں دکھا رہے تھے۔ مصدق کو ستارہ کے بارے میں یہ سن کر اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"اس ستارہ کی بدتمیزیوں اور لمبی زبان کی وجہ سے تو تسکین اماں کے ساتھ رہنے کو تیار نہ تھی۔ آئے دن اس کا اور ستارہ کا جھگڑا ہو جاتا اور بجائے اماں ستارہ کو سمجھاتیں الٹا تسکین پر خفا ہونے لگتیں۔ اس روز روز کی بک بک سے تنگ آ کر میں تو کرائے کے گھر میں اٹھ آیا۔ حالانکہ اس مہنگائی کے دور میں کرائے کے گھر میں گزارہ کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔" قیوم بھائی نے اپنی پریشانی کا اصل محرک بھی ستارہ کو ہی بنا ڈالا۔

"آپ کا کاروبار تو ٹھیک جا رہا ہے نا؟" مصدق نے خریداری والے تھیلے ہاتھ میں اٹھائے اور دونوں اب گھر کی جانب رواں تھے۔

"ارے بھیا! کیا پوچھتے ہو کاروبار کا۔ پاکستان کے حالات کبھی ایسے ہوئے ہیں کہ یہاں کوئی کاروبار پھلے پھولے۔ ایک جگہ سے فائدہ ہوتا ہے تو دس جگہوں پر نقصان ہو جاتا ہے۔ پھر مہنگائی، تیل کی قیمتیں، لوڈشیڈنگ اور مکان کا کرایہ۔ اب تم اماں کے پاس ہی رہو گے یا پھر اپنے گھر کو سیٹ کرانے کا ارادہ ہے۔" اچانک ہی قیوم بھائی نے مصدق سے استفسار کیا۔

"ابھی کچھ سوچا نہیں۔ اصل میں چھٹی بہت کم ہے میری۔" مصدق سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولا۔

سارا سامان اس نے کچن میں رکھ دیا۔ عفت اور ستارہ کچن میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی تھیں۔ عفت کے چہرے پر شرمندگی اور ستارہ کے چہرے پر رونق آ گئی۔

"تم نے بہت تکلف کر دیا۔" عفت شرمندگی اور بے چارگی سے کچن میں پڑے شاپروں کو دیکھ کر بولی۔

"او نو خالہ! چاہیں دو۔ پھر کیا ہو گیا۔" ستارہ شوخی سے شاپروں کی گرہیں کھول کھول کر سامان دیکھ رہی تھی، جوش سے بولی۔

"ستارہ! چپ رہو تم!" عفت غصے سے ستارہ سے

بولی۔

"اسے مت ڈانٹو۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔ میں کوئی پرایا تو نہیں۔" مصدق نے جان بوجھ کر "چچا" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اسے تو ستارہ کا اپنے لیے "چچا" کا رشتہ استوار کرنے سے ہی سخت اختلاف تھا۔

"اچھا اب جلدی سے کھانا تیار کرو۔ سب کو بھوک لگ رہی ہوگی۔ اور ہاں ستارہ! آئندہ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہنا۔ تکلف نہیں کرنا۔" مصدق کچن سے نکلتے ہوئے بولا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" ستارہ شاپروں میں سے سامان نکالتے ہوئے مگن انداز میں بولی۔

☼ ☼ ☼

جاوید بھائی کے گھر اکیلا مصدق گیا۔

تائی اماں کو شوگر کے باعث رات کو نظر کم آتا تھا۔ عفت کو اسکول کی کاپیاں چیک کرنا تھیں۔ رہ گئی ستارہ تو وہ اکیلی کیسے مصدق کے ساتھ جا سکتی تھی۔

حیرانی تو مصدق کو بہت ہوئی۔

"عفت اور اماں بھی آجاتیں۔" نیلم بھابی اوپرے دل سے بولیں۔

مصدق نے وجہ بتائی تو خاموش ہو کر کھانے کا انتظام کرنے چلی گئیں۔

جاوید بھائی کا گھر تائی اماں کے گھر سے زیادہ دور نہ تھا۔ مصدق پیدل ہی آگیا تھا۔ پھلوں کے شاپر اس نے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیے۔ جاوید بھائی کے گھر میں خوشحالی اور آسودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ نئی چیزیں، ڈیکوریشن، ٹی وی، کمپیوٹر سبھی کچھ تو تھا۔ "جاوید بھائی کب تک آجاتے ہیں؟" نیلم بھابی کمرے میں آئیں تو اس نے پوچھا۔

"سات بجے تک آجاتے ہیں۔ لیکن آج کل ٹریفک کا اتنا رش ہو گیا کہ آفس سے گھر آتے آتے گھنٹہ تک لگ جاتا ہے۔ تم بور ہو رہے ہو نا! بچے بھی سب ٹیوشن پڑھنے گئے ہیں۔ ورنہ تم تمہیں کمپنی دے دیتے۔" نیلم بھابی خفت سے بولیں۔

"اور سناؤ کتنی چھٹی ہے۔" نیلم بھابی سلاد کا ڈونگا لے کر کمرے میں ہی آگئیں۔

"بقر عید کے بعد چلا جاؤں گا۔" مصدق ٹی وی آف کرتے ہوئے بولا۔

"اتنی کم چھٹی۔ کچھ زیادہ دن کے لیے آتے۔ اور اب آئے ہو تو شادی کر کے جاؤ۔ کیا ساری عمر کنوارہ رہنے کا ارادہ ہے۔" نیلم بھابی بے تکلفی سے بولیں۔ مصدق شادی کے ذکر سے جھینپ گیا۔

نیلم بھابی نے بغور مصدق کے شرمیلے انداز کو دیکھا۔

"کہو تو لڑکی تلاش کروں تمہارے لیے؟" وہ جلدی سے بولیں۔

مصدق کے ذہن میں چھم سے ستارہ کا روشن سراپا آدھمکا۔

تلاش کرنا کیا؟ لڑکی تو روز روشن کی طرح عیاں تھی۔ جب سے آیا تھا اس کے حواسوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کی نظروں میں سمائی ہوئی تھی۔

"میری چھوٹی بہن ہے زمرد۔ ایم اے کے پہلے سال میں ہے۔ بڑی ہی سلجھی ہوئی اور سلیقہ شعار، خود سے اپنی بہن کی تعریف کرنا عجیب لگتا ہے۔ لیکن زمرد ہے ہی ایسی کہ تم ایک بار دیکھ لو تو۔" نیلم بھابی مزید کہتے کہتے رک گئیں۔

"مصدق!" انہوں نے پکارا۔

مصدق نے ستارہ کے تصور سے ذہن کو چھڑایا اور ہڑبڑا کر نیلم بھابی کو دیکھنے لگا۔

"میں زمرد کا بتا رہی تھی۔ پڑھائی میں اول، اور گھرداری میں طاق۔ عمر بھی زیادہ نہیں ہے۔ لیکن بہت ہی سنجیدہ اور سوبر طبیعت کی ہے۔ یہ ستارہ کی طرح نہیں ہر وقت ہی ہی ہا ہا۔ نہ بات کرنے کی تمیز اور نہ بڑے چھوٹے کا لحاظ۔" نیلم بھابی نے زمرد کی خوبیاں مزید اجاگر کرنے کے لیے ستارہ کے عیب گنوانے شروع کر دیے۔ گویا وہ زمرد کا حریف صرف ستارہ کو سمجھتی تھیں۔ عفت تو بے چاری کسی کھاتے میں ہی نہ تھی۔ نیلم بھابی کے نزدیک ستارہ ہی زمرد کا پتہ کاٹ سکتی تھی۔

"اور تو اور۔ نیلم بھابی رک گئیں۔۔۔؟ ویسے بات کہنی تو نہیں چاہیے۔۔۔ پر یہ ستارہ۔۔۔ اس کا چال چلن بھی کچھ۔۔۔ صحیح نہیں۔"

مصدق کو اپنا پورا وجود سلگتا ہوا محسوس ہوا۔

"اہل محلہ کی بات شیری ہے، فیشن نہیں دیکھا اس کا۔۔۔ توبہ۔۔۔ ہماری بچیاں۔۔۔"

"بچے ٹیوشن سے کب آتے ہیں؟" مصدق نے سرد لہجے میں بات بدلی۔

نیلم بھابی کی توجہ بچوں کی معلومات فراہم کرنے کی جانب ہوئی اور مصدق نے سکون کا سانس بھرا۔ کچھ ہی دیر میں گھر میں۔۔۔ بچوں کا ہنگامہ اور جاوید بھائی کی پاٹ دار آواز گونجنے لگی۔

کھانے کے دوران نیلم بھابی وقفے وقفے سے زمرد کا قصہ چھیڑ دیتیں اور جاوید بھائی مصدق کو کسی نئے بزنس کو شروع کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔ مصدق کیرم کی گوٹ کی مانند ہو کر رہ گیا۔ جسے دونوں میاں بیوی اپنی اپنی پاکٹ میں ڈالنا چاہتے تھے۔

☼ ☼ ☼

"چاچا جی! اب اٹھ بھی جائیں۔ کیا ساری دوپہر سونے کا ارادہ ہے۔" کھنکھناتی ہوئی شوخ آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ وہ جواب تک نیند کے زیر اثر تھا۔ مندی مندی آنکھوں سے تکیے سے سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ تنگ پرنٹڈ قمیص، آدھی آستین گلے میں پڑا ایک نجی ولڈینہ، چٹیا کو ایک ہاتھ سے جھلاتی وہ ستارہ تھی۔

مصدق نے ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور بڑی بے تکلفی سے اسے دیکھنے لگا۔

"تائی نیچے بلا رہی ہیں۔ بارہ بج گئے ہیں۔ ان کی تو شوگر ڈاؤن ہونے کو ہے۔ آپ کے انتظار میں ناشتہ بھی نہیں کیا۔" وہ مصدق کی گھورتی نظروں سے بے نیاز پیغام سناتی رہی۔

"یہ تم مجھے چاچا، چاچا کیوں کہتی ہو؟" مصدق نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ہائے، تو اور کیا کہوں؟ تائی کہتی ہیں کہ آپ رشتے میں میرے چاچا لگتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے چٹیا پیچھے جھٹکی۔

"تم مجھے۔" مصدق سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ستارہ سے بارہ سال بڑا تھا، خالی مصدق تو نہیں کہلوا سکتا تھا اور "مصدق بھائی" اگر مصدق بھائی ہی کہلواتا تھا تو "چاچا" کیا برا تھا۔

"تم مجھے کچھ اور کہہ لو مگر یہ "چاچا" نہ کہا کرو۔" مصدق کچھ دیر کے بعد بے چارگی سے بولا۔

"اچھا تو "کچھ اور" جی "جلدی سے نیچے آئیں، ورنہ تائی اوپر آجائیں گی۔"

"ستارہ نیچے آؤ۔۔۔ ستارہ نیچے آؤ۔۔۔" ستارہ کو نیچے سے عفت پکارنے لگی۔

"آتی ہوں خالہ! توبہ ہے ایک تو یہ خالہ کو میری بڑی فکر رہتی ہے کہ کہیں میں چھت پر بہانے بہانے سے ہر کسی سے آنکھ مٹکا نہ شروع کر دوں۔" ستارہ نے کچھ اتنی بے باکی سے بات کہی کہ مصدق کو عجیب سی شرمندگی کے احساس نے آگھیرا۔ گو کے مصدق برسوں سے امریکا جیسے مادر پدر آزاد معاشرے میں رہ رہا تھا، لیکن ابھی بھی اس کے تصور میں مشرقی، پاکستانی باحیا لڑکی کے سراپے کے نقوش بہت گہرے کندہ تھے۔ شائستہ، نگاہ میں شرم، غیروں سے بات کرنے میں جھجک، لباس میں حیا، روشن آپا ایسی ہی تو تھیں۔ وہ بچپن میں جب بھی بھیا کے ساتھ تایا کے اسی گھر میں آیا تھا۔ روشن آپا ایسی ہی چلتی پھرتی، مشرقی حسن کا مرقع بنی ہوئی لگتیں۔ بھیا سے بات کرتے ہوئے بھی ان کی نگاہیں کبھی اوپر نہ اٹھتیں، سر پر سجا ہوا دوپٹہ کبھی نہ سرکتا۔ ڈھیلے ڈھالے کرتے اور چوڑی دار پاجامے میں ان کا نازک سراپا "صنف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں" کی مکمل تصویر بنا ہوتا۔

"یہ سب تمہیں ایسا کیوں سمجھتے ہیں؟" نیلم بھابی اور خود ستارہ کی باتوں نے مصدق کو الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

"سب سے کیا مراد ہے؟" ستارہ یک لخت تیکھی

چتون سے بولی۔

"مطلب۔ عفت اور۔" مصدق ستارہ کے جارحانہ انداز سے گھبرا گیا۔

"اور نیلم بھابی ہے نا۔؟" ستارہ کچے یقین کے ساتھ گہری سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"نہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا۔" مصدق کے کچے پن سے صاف عیاں تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

"میں سب جانتی ہوں' جب سے ان کے چہری نکھو بھائی سے شادی سے انکار کیا ہے۔ تب سے میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ لوفر اور بدمعاش تو خود ان کا بھائی ہے' کمینہ' ذلیل ——— آتے جاتے عشقیہ شعر اور اشارے کرتا تھا۔ وہ بہن صاحبہ کو نظر نہیں آتا تھا تب سے میرے۔"

"ستارہ! کب سے آوازیں دے رہی ہوں نیچے کیوں نہیں آ رہیں۔" کمرے کے دروازے میں عفت آگ بگولہ ہوئی کھڑی تھی۔

ستارہ بات پوری کیے بغیر نیچے بھاگ گئی۔ مصدق کو یوں لگا جیسے وہ رو دینے کو تھی۔

مصدق کا دل دکھ اور رنجیدگی کے احساس سے بوجھل ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" عفت اسے یوں بھاگتا دیکھ کر حیران سی کھڑی تھی۔ "تم سے تو کچھ الٹا سیدھا نہیں کہہ دیا۔ بے وقوف سی ہے۔ پلیز اس کی بات کا برا نہ ماننا۔" عفت خود سے ہی اندازہ لگاتے ہوئے معذرت کرنے لگی۔

"نہیں عفت؟ اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ میری ہی کوئی بات اسے بری لگ گئی ہے شاید۔" مصدق نے فوراً ستارہ کی صفائی پیش کر دی۔

عجیب سا گورکھ دھندہ تھا۔ مصدق ابھی تک یہاں کسی کو بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ سب لوگ ان کی باتیں' رنجیے' سچ' جھوٹ' یہاں سب کچھ بدل گیا تھا یا وہ خود بدل گیا تھا۔ اس کی سوچ بدل گئی تھی۔

لیکن جو کچھ بھی تھا اس میں کچھ ایسا تھا' جو اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

پرانے دوستوں سے مل کر طبیعت میں لطف سرشاری آنے کے بجائے۔ بیزاری اور مایوسی در آئی تھی۔ ایک دو دوست ہی ملے وہی مفلوک الحالی' وہی غربت اور پاکستان میں ترقی کے ناپید وسائل' دونوں کا مصدق سے یہی مطالبہ تھا کہ وہ کسی طرح انہیں ویزا دلا کر امریکا بلا لے۔ مصدق کچھ ہی دیر کے بعد ان سے دامن چھڑا کر گھر لوٹ آیا۔

عفت' تائی اماں کے کمرے میں اسکول کی کاپیاں چیک کر رہی تھی۔ جبکہ ستارہ سلائی مشین سامنے رکھے کچھ سینے میں مصروف تھی۔ اس کا جھکا ہوا سر ماتھے اور گریبان پہ جھولتی ہوئی لٹیں اس کے چہرے کو مزید جاذب نظر بنا رہی تھیں۔

مصدق بڑی مشکل سے نظروں کو ستارہ پر سے ہٹا سکا اور تائی جان کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔

"بڑی جلدی آ گئے دوستوں سے مل کر۔" تائی اماں نے پلنگ پر سرک کر مصدق کے لیے جگہ کشادہ کی۔

"دوست۔ کہاں کے دوست' تائی اماں؟ اب تو دوستوں میں دوستی کی جگہ لالچ اور غرض نے لے لی ہے۔" مصدق بوجھل پن سے بولا۔

"ہاں بیٹا! سچ کہتے ہو۔ زمانہ ہی خود غرضی کا آ گیا ہے۔ جب تک کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ ہو کوئی ملنے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔" تائی اماں افسردگی سے بولیں۔

"اب تو سگی اولاد بھی غرض سے ملتی ہے۔" تائی اماں نے آہ بھری۔

"جاوید ماموں اور قیوم ماموں' ہیں نا تائی!" ستارہ نے مشین سے سر اٹھا کر بے ساختہ کہا۔

"تمہارا ہر بات میں بولنا ضروری ہے کیا؟" عفت نے کاپیاں میز پر پٹخیں اور کوفت سے کھڑی ہو گئی۔

"توبہ خالہ! آپ تو گھر میں بھی استانی ہی بنی رہتی ہیں' بچوں پر غصہ کرتے کرتے اب خواہ مخواہ غصہ کرنے لگی ہیں' میں کیا غلط کہہ رہی ہوں تائی؟" ستارہ نے

بڑی معصومیت سے تائی اماں سے پوچھا۔

"ہاں؟ سچ ہی تو کہہ رہی ہے۔ وہ دونوں بھی مطلب ہو تو آتے ہیں۔ میری کیا مجبوری ہے۔ میرے کیا مسائل ہیں۔ اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔" تائی دکھی دل سے بولیں۔

"ہاں! سب ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اس ستارہ کو آپ نے ہی بگاڑا ہے۔" عفت جل بھن کر بولی۔ سانولے چیچک زدہ چہرے پر مزید تاریکی سی چھا گئی تھی۔

"میں بھی آپ کا بیٹا ہوں تائی اماں!" تائی اماں ماضی کی فرعونیت بھول چکی تھیں، تو مصدق نے بھی ماضی کی تلخیوں کو بھول جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

"کیوں نہیں! اللہ تمہیں زندگی دے، مزید ترقی دے۔" تائی مصدق کے سر پر پیار کرتے ہوئے بولیں۔

"مجھے بتائیے میں اگر آپ کے کسی کام آسکا تو مجھے خوشی ہوگی۔" مصدق نے مزید فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا۔

عفت غصے سے اماں پر ایک نظر ڈال کر کمرے سے نکل گئی۔ ستارہ وہیں نشست پر جھکی رہی۔

"ستارہ! دیکھو خالہ چائے بنا رہی ہے کہ نہیں۔" تائی اماں نے خود ہی اسے باہر بھیجنے کا بندوبست کیا۔ دونوں کے کمرے سے چلے جانے کے بعد بھی تائی اماں کچھ دیر خاموش بیٹھی رہیں گویا بات کا سرا تلاش کر رہی ہوں۔

"عفت کا غم ہے جو مجھے کسی پل سکون سے رہنے نہیں دیتا۔" تائی جان کچھ دیر کے بعد دل گرفتگی سے بولیں۔

"جب حالات اچھے تھے تو اس کی کم شکل و صورت پر بھی پردہ پڑا ہوا تھا۔ تب میری عقل پر دولت نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ کسی کو خاطر میں ہی نہ لائی۔ اب غربت تنگ دستی نے عفت کی شکل کو مزید بدصورت بنا دیا ہے۔ اس کی خوبیاں، تعلیم، سلیقہ شعاری سب کچھ شکل کے نیچے آکر دفن ہو گیا ہے۔" تائی اماں موضوع کی سنگینی کے باعث کچھ دیر خاموش ہی ہو کر رہ گئیں۔ مصدق کو بھی کچھ سوجھ نہیں رہا تھا کہ وہ کس طرح تائی اماں کی دلجوئی کرے۔

"بھائی ہے تو اپنے آپ میں مگن، نہ بہن کی کوئی فکر ہے اور نہ ہی اس کی بڑھتی ہوئی عمر کی اور اب تو ستارہ بھی میرے سینے پر بوجھ بنتی جا رہی ہے۔"

مصدق کے دل میں آیا کہ وہ کہہ دے کہ "اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تو میں دل و جان سے تیار ہوں۔" مگر سعادت مندی سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"یہ منور اور صادق کی آہ ہے جو مجھے لگی ہے۔ ان کا دل توڑا، نہ میری روشن خوش رہی اور نہ ہی عفت کا مستقبل مجھے تاریک لگ رہا ہے۔ اور اب ستارہ کی ذمہ داری۔ مجھ سے بڑی بھول ہوگئی بیٹا! ہو سکے تو مرے ہوؤں کی جانب سے تم مجھے معاف کر دو۔" تائی اماں کی رندھی ہوئی آواز اور بندھے ہوئے ہاتھوں نے مصدق کو بے چین اور حواس باختہ کر دیا۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہیں آپ تائی جان؟ مجھے شرمندہ نہ کریں۔" مصدق نے ان کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیے۔ "آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مصدق سنجیدگی سے بولا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے الفاظ بے حد کھوکھلے ہیں۔ تائی اماں کو اس سے کچھ مزید تسلی، مزید حوصلے کی خواہش تھی۔ وہ جان رہا تھا کہ وہ اس سے کیا چاہتی ہیں، لیکن وہ انجان بن رہا تھا۔ جو وہ چاہتا تھا۔ اس سے وہ دست بردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ تاریخ نہیں دہرانا چاہتا تھا۔ وہ منور بھائی نہیں تھا۔ جو چپ چاپ خون تھوکتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ اپنی محبت کی حرمت پر قربان ہو گئے تھے۔ وہ یہاں اب مزید کسی قربانی کا حصہ بننے نہیں آیا تھا۔

"جب کچھ پانے کچھ حاصل کرنے کا ارادہ کرو تو یہ سوچ کر کرو کہ تمہیں ہر حال میں جیتنا ہے۔" بھائی کے الفاظ آج بھی اس کے کانوں میں گونجتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"لیجیے کچھ اور جی آپ کے لیے کھچڑی لائی ہوں۔"

مصدق پیٹ کی خرابی کے باعث نڈھال سا بستر پر پڑا تھا۔ ستارہ کھچڑی کی پلیٹ اٹھائے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے شوخی سے بولی۔

"ایک تو یہ باہر سے آنے والے بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں۔ پانی ابال کر پیتے ہیں۔ مرغن کھانے ہضم نہیں ہوتے۔ گرد سے الرجی ہو جاتی ہے۔" وہ بے تکلفی سے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

مصدق نے پلنگ کی پشت سے ٹیک لگائی اور ستارہ کو دیکھنے لگا۔ اس نے آج بھی بڑی چست شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ سفنون کا دوپٹہ کندھے پہ پڑا تھا۔ وہ مصدق کے کمرے میں بلا جھجک آجاتی۔ بے دھڑک بات کرتی۔ مصدق کو یہ سب کچھ اچھا لگتا۔ لیکن کبھی اسے خیال آتا شاید وہ اسے واقعی "چاچا" سمجھتی ہو جو اتنی بے تکلفی برتتی ہے۔

ستارہ، مصدق کی نگاہوں کی گرمی سے ذرا بھی پریشان نہ تھی۔

"ہاں یہ تو ہے۔ بس یہاں کے ماحول کی عادت نہیں رہتی نا اس لیے۔" مصدق نقاہت کے باوجود ستارہ کی باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"ویسے آپ تو بہت خوش قسمت ہیں کہ امریکا جیسے ملک میں رہتے ہیں۔" ستارہ حسرت آمیز دلچسپی سے بولی۔

"تمہیں شوق ہے امریکا جانے کا؟" مصدق نے اس کے سرخ و سفید تیکھے نقوش والے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے بہت زیادہ۔ امریکا کیا میرا تو دل چاہتا ہے کہ پوری دنیا گھوموں۔ خوب سیر کروں۔ لندن، جرمنی، اٹلی اور..." وہ جوش سے بتاتے بتاتے رک گئی۔

"اور..." مصدق نے اس کو مزید کہنے پر اکسایا۔

"پر میری ایسی قسمت کہاں، میں نے تو اب تک صرف دو ہی شہر دیکھے ہیں، خانیوال اور لاہور، بلکہ لاہور میں بھی آئے ہوئے مجھے گیارہ سال ہو گئے۔ ابھی تک اس محلے کی چند گلیوں سے باہر نہیں نکلی۔" وہ افسردگی اور بے چارگی سے بولی۔

"میرے ساتھ چلو گی؟" مصدق نے چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔

"کہاں۔ سیر کرنے۔" وہ خوشی سے تالی بجا کر کرسی پر دونوں ٹانگیں چڑھا کر اکڑوں ہو کر بیٹھ گئی۔

"شالامار باغ یا قلعہ۔ یوں کریں گے تائی اور عفت خالہ کو ساتھ لے چلیں گے۔" وہ پروگرام ترتیب دینے لگی۔

"ارے یہاں نہیں۔" مصدق جھنجلا کر بولا۔

"تو پھر کہاں؟" اس کی کاجل لگی کالی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"امریکا۔ میرے ساتھ امریکا چلو گی؟" مصدق نے بغور اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کا ردعمل جاننا چاہا۔

"میں اکیلی...؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"ہاں تم اکیلی۔" مصدق مزے سے بولا۔

"لیکن میں... میں اکیلی آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں۔ تائی تو مجھے... اکیلا کہیں بھی نہیں جانے دیتیں۔" ستارہ سوچتے ہوئے ممکنہ دشواری کو بیان کرنے لگی۔

"تمہاری تائی سے میں اجازت لے لوں گا۔" مصدق بیڈ پر سے ٹانگیں لٹکا کر اس کے مدمقابل بیٹھ گیا اور دلچسپی سے ستارہ کو دیکھنے لگا۔

"تائی تو کبھی بھی اجازت نہیں دیں گی۔ یوں کرتے ہیں آپ تائی اور خالہ کو ساتھ لے چلیں۔" اس نے سوچتے ہوئے جوش سے مصدق کے مسئلے کا حل بتایا۔

"نہیں بھئی اتنے لوگوں کو تو میں نہیں لے جا سکتا۔ اتنا مال دار نہیں ہوں۔" مصدق اپنی شوخی پر مصنوعی سنجیدگی طاری کر کے بولا۔

"پھر تو میرا آپ کے ساتھ امریکا جانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔" وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے مایوسی سے بولی۔

"میں تو صرف تمہیں لے جا سکتا ہوں، جانا ہے تو بولو۔" مصدق نے فیصلہ کن انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اکیلی نہیں جا سکتی نا!" وہ مصدق کو سمجھانے

والے انداز سے بولی۔

"اپنی شادی پر بھی کیا تائی اور خالہ کو ساتھ لے کر جاؤگی۔"

"ہائے اللہ۔ اوہ تو اور بات ہے نا۔!" اب کی بار ستارہ کچھ شرما کر بولی۔

"سمجھو یہ بھی ویسی ہی بات ہے۔" مصدق کے منہ سے یونہی اضطراری انداز سے نکلا۔

"کیا مطلب۔۔۔" یک لخت ستارہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"یہ۔۔۔ کھچڑی کس نے بنائی ہے' نمک بہت زیادہ ہے۔" مصدق نے بات بدل کر کہا۔

ستارہ گم صم سی کھڑی ہوگئی اور پھر اچانک ہی جانے کے لیے مڑی' مصدق نے لپک کر ستارہ کا ہاتھ پکڑلیا۔

"کیا بات ہے خفا ہوگئی ہو؟" مصدق نے بے چینی سے پوچھا۔

خلاف توقع ستارہ نے مزاحمت نہیں کی' بس یونہی منہ موڑے کھڑی رہی۔

"نہیں۔"

ستارہ کا "لہجہ" آنسوؤں میں ڈوبا ہوا تھا۔

مصدق کھڑا ہوگیا' اس نے کندھوں سے پکڑ کر ستارہ کا رخ اپنی جانب کیا۔ اس کی کالی گہری جھیل سی آنکھوں سے پانی کا آبشار سا گویا دل پر گرنے لگا تھا۔

"ارے کیا ہوا؟" مصدق بے حد گھبرا گیا۔

"آپ۔۔۔ آپ بھی مجھے۔۔۔ ویسا ہی سمجھتے ہیں نا۔۔۔ جیسا باقی لوگ سمجھتے ہیں۔ بدتمیز' بوفر' گوز کریکٹر۔۔۔"

مصدق کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے دل کو ہاتھوں میں لے کر مسل دیا ہو۔

"نہیں۔۔۔ میں ایسا کچھ نہیں سمجھتا۔۔۔ بلکہ میں۔۔۔ میں تو تمہیں سمجھتا ہوں۔۔۔ شاید میں تمہیں سمجھا بھی نہ سکوں' بتا بھی نہ سکوں۔۔۔ تم نے ایسا سوچا بھی کیوں' میں تمہیں۔۔۔" مصدق بے قراری سے بے ربطی سے بولا۔

وہ سر جھکائے کھڑی رہی۔

"ہوہو تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میں تمہیں۔۔۔ اچھا نہیں سمجھتا۔۔۔؟" مصدق اب کی بار خفگی سے بولا۔

"ایسا ہی ہوتا ہے جی۔ ہم جیسی لاوارث دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والی لڑکیوں کو سب یونہی تر نوالہ سمجھتے ہیں۔۔۔ ہنسی مذاق' ذومعنی فقرے اشارے ہمارے لیے سب جائز خیال کیا جاتا ہے۔۔۔ سامنے والا جانتا ہے ناکہ اس کے پیچھے کون سا باپ یا بھائی کھڑا ہے جو ہمارا کچھ بگاڑ لے گا۔" ستارہ کی بے چارگی' ستارہ کے آنسو' ستارہ کا دکھ' مصدق کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ان سب کو ستارہ سے لے کر صرف خوشیاں ستارہ کے دامن بھر دے۔

"میں ہوں تمہارے ساتھ۔ تمہیں کوئی مسئلہ ہو مجھے بتانا میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔" مصدق انگلی کی پور سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔ وہ سعادت مندی سے مصدق کے سامنے کھڑی رہی۔

"وعدہ کرو تم ہمیشہ مجھے اپنا سمجھوگی۔" مصدق نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

ستارہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے بڑے آرام سے مصدق کے کھردرے ہاتھ پر اپنا نرم و نازک مخروطی انگلیوں والا ہاتھ دھر دیا۔ مصدق کو یوں لگا' اس کے ہاتھ پر کسی نے اوس بھرے گلاب کا پھول رکھ دیا ہو۔ خوشبودار نرم و نازک رنگین' جاذب نظر' نائم۔

"چاچا جی! ہاتھ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا؟" ستارہ مصدق کے کھوئے کھوئے انداز پر شوخی سے بولی۔

مصدق جل بھن گیا۔

"میں نے کتنی بار کہا ہے مجھے چاچا واچا نہ کہا کرو۔"

"تو کیا کہا کروں؟"

"مصدق' صرف مصدق!" مصدق ایک جذب کے عالم میں بولا۔

ستارہ نے یکباری مصدق کی آنکھوں میں دیکھا اور اس بار مصدق کا پیغام ستارہ تک پہنچ گیا تھا۔ ستارہ کی آنکھیں بے ساختہ ہی جھک گئیں۔ اور وہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

سترہ اٹھارہ برسوں کے بعد اس نے عید کی خوشی کو دل سے محسوس کیا تھا۔ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے کے بعد وہ بکروں کو قصائی کے حوالے کرکے اوپر تائی اماں کے کمرے میں آگیا۔ تائی اماں بھی آج نئے سوٹ میں ملبوس چہرے پر رونق سجائے خوش دکھائی دے رہی تھیں۔

"آج تو تم نے مجھے اپنے تایا کے زمانے کی یاد دلا دی! اللہ بخشے وہ بھی یونہی دو بکروں کی قربانی دیا کرتے تھے۔" تائی اماں کی آنکھوں میں شوہر کی یاد کے باعث آنسو جھلملانے لگے۔

"عفت اور ستارہ نظر نہیں آرہیں؟" مصدق کا دل تو صرف ستارہ کو دیکھنے کے لیے مچل رہا تھا۔

"دونوں کچن میں کھانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔"

"جاوید اور قیوم بھائی کی فیملی بھی آرہی ہیں نا؟" مصدق نے تائی اماں سے تصدیق چاہی۔

"ہاں بس دوپہر کے کھانے تک سب لوگ پہنچ جائیں گے۔"

اسی لمحے ستارہ بھنی ہوئی کلیجی کی پلیٹ اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ گلابی رنگ کے ستاروں والے شلوار سوٹ' گلابی دوپٹہ' ہاتھوں میں گلابی چوڑیاں' چہرے پر چاہت اور محبت کے ہزار رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ مصدق بے خود سا اسے دیکھتا چلا گیا۔

دوپہر تک تائی اماں کا کمرہ مہمانوں سے بھر گیا۔ نیلم بھابی اپنی بہن زمرد کو ساتھ لے آئی تھیں۔ ستارہ اور عفت نے نیچے قالین پر دسترخوان بچھا دیا۔ اور اس پر کھانا چن دیا۔

نیلم بھابی نے اپنی جگہ مصدق کے ساتھ بنالی۔ ان کے ساتھ زمرد بیٹھی تھی۔

"زمرد! یہ نمکین گوشت کا ڈونگا مصدق کو دو۔" نیلم بھابی نے زمرد کو حکم دیا۔ زمرد نے شرما کر ڈونگا مصدق کی جانب کرنا چاہا تو ستارہ فوراً ہی بول اٹھی۔

"ارے پہلے ہی بڑی مشکل سے ان کا پیٹ ٹھیک ہوا ہے۔ آپ پلیز نہ کھائیں۔"

"یہ لیں پلاؤ۔ یہ آپ کے لیے اچھا ہے۔" ستارہ نے پلاؤ کی ٹرے مصدق کی جانب بڑھادی۔

نیلم بھابی نے ایک خشمگیں نگاہ ستارہ پر ڈالی۔ مصدق کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"اور بھئی مصدق! تم نے اپنے گھر کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" قیوم بھائی اپنے مطلب کی بات پر آگئے۔

"بھائی! سوچ رہا ہوں کہ جانے سے پہلے گھر بیچ دوں۔ مجھ میں تو ہمت نہیں وہاں جا کر رہنے کی۔"

"ارے بھائی! کیا غضب کرتے ہو۔ آج کل کے دور میں گھر بنانا کون سا آسان کام ہے۔" قیوم بھائی نے مصدق کے خیال سے مکمل طور پر اختلاف کیا۔

"قیوم بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اپنے گھر کو آباد کرو۔ اور پھر گھر والی لاؤ کیا یونہی ساری عمر چھڑے چھانٹ پھرنا ہے۔" نیلم بھابی نے جلدی سے کہا اور زمرد بلاوجہ مسکرانے لگی۔

"ارے میں تو کہتا ہوں کہ پہلے یہاں کوئی بزنس سیٹ کرو امریکہ کے اسٹور کی برانچ یہاں پر کھولو' جب واپس آؤگے تو چلتا ہوا کاروبار ملے گا۔ نئے سرے سے کوشش نہیں کرنی پڑے گی۔" جاوید بھائی اپنے مطلب کی بات پر آگئے۔

مصدق خاموشی سے سب کی رائے سنتا رہا۔

ستارہ اور عفت کھانے کے برتن سمیٹنا شروع کردیے۔

"زمرد! جاؤ تم جا کر قہوہ بنا کر لاؤ۔ یہ قہوہ بہت اچھا بناتی ہے۔" نیلم بھابی کو بے کار بیٹھی زمرد کا سلیقہ دکھانا مقصود تھا۔

"بھئی ہماری تائی اور ہمارے مہمان کو تو عفت خالہ کے ہاتھ کا قہوہ پسند ہے۔ جائیں خالہ! قہوہ بنا کر لائیں زمرد بے چاری تو خود مہمان ہے۔" ستارہ شوخی سے بولی۔ نیلم بھابی تلملا کر رہ گئیں۔ مصدق کے چہرے

مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ ستارہ اب اسے "چاچا" کہنے سے احتراز برتتی تھی۔ عفت ستارہ کو خفگی بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

مصدق کو آج ستارہ کی ساری خوشی، سارا حسن، ساری دل فریبی اپنے دل پر دستک دیتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔ مصدق کا جی چاہ رہا تھا کہ اس کے پاس کوئی جادو کی چھڑی ہوتی اور وہ وہاں موجود سب لوگوں کو غائب کردیتا۔ وہ ہوتا اور صرف ستارہ۔

اس کی چاہت بھی اب کم نہ رہ گئی تھی۔

"مجھے جلد ہی تائی اماں سے بات کرلینی چاہیے۔" اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا۔

وہ کتنی دیر سے تیسری منزل کے کمرے میں بیٹھا ستارہ کا انتظار کررہا تھا۔ بارہ بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ وہ یہ تحفہ آج رات عید کی رات کو ہی اسے دینا چاہتا تھا۔ عید سے تین روز پہلے جب وہ تائی اماں عفت اور ستارہ کے لیے کپڑے خرید کر لایا تھا تو ستارہ کپڑے دیکھ کر مایوسی سے بولی تھی۔

"مجھے تو عید پر عیدی میں کچھ اور چاہیے تھا۔"

"ستارہ تم بہت حد سے بڑھتی جارہی ہو۔" عفت ستارہ کی فرمائش پر اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"خالہ! آپ تو یونہی خفا ہوجاتی ہیں۔ میں نے تو نہیں کہا تھا کہ ہمارے لیے کپڑے لائیں۔" ستارہ ٹھنک کر بولی تھی۔

"تمہیں کیا چاہیے میں لادوں گا۔" مصدق خوش دلی سے بولا تھا۔

"مجھے تو موبائل فون چاہیے تھا۔" ستارہ جوش سے بولی تھی۔

"ہو بھلا تم نے کیا کرنا ہے موبائل فون کا۔" تائی اماں ستارہ کو جھڑک کر بولیں۔ "مصدق بیٹا! کوئی ضرورت نہیں۔ تم نے پہلے ہی ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔ یہ تو خواہ مخواہ فضول فرمائش کررہی ہے۔" تائی اماں نے مصدق کو سختی سے منع کردیا تھا۔

☆ ☆ ☆

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

مصدق نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

"اتنی دیر۔" مصدق خفگی سے بولا۔

"میں کوئی فارغ تھوڑی ہوں آپ کی طرح۔ ہزار کام تھے مجھے۔ مکمل کرکے ہی آنا تھا نا!" ستارہ بے نیازی سے کہتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔

"جی بتایئے کیا کام تھا آپ کو؟" وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

مصدق نے ڈبے میں بند موبائل فون اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ گفٹ میں تمہارے لیے لایا تھا۔"

"ہائے سچ۔" ستارہ خوشی سے اچھل پڑی۔

ستارہ فوراً موبائل کے ڈبے کو پکڑے نیچے جانے کے لیے پلٹی۔ مصدق نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"اتنی جلدی کیوں ہے۔ کھول کر تو دیکھو۔" مصدق اسے کچھ دیر اپنے پاس اکیلا بٹھا کر آنکھوں میں اتارنا چاہتا تھا۔

"تاکہ تائی اور خالہ اوپر آجائیں۔ چھوڑیں میرا ہاتھ۔ میں نیچے جاکر بس اسے کھولوں گی۔" ستارہ جلدی سے بولی۔ مصدق نے آہ بھرتے ہوئے ستارہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"ویسے چاچا جی! آپ بہت اچھے ہیں۔" دروازے سے نکلتے ہوئے ستارہ شوخی سے بولی۔

مصدق خفگی سے اس کے پیچھے بھاگا۔ لیکن وہ ہرنی کی طرح بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی۔

☆ ☆ ☆

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ خستہ حال دروازے کو کھولا۔ دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ اندھیرا، نمی، سیلن، بے شمار جالے ایک سہمی ہوئی چڑیا پھر سے اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ مصدق نے پاؤں اپنے گھر کے اندر رکھا۔ اسی گھر میں اس نے آنکھ کھولی تھی۔ اسی گھر میں اس کے ابا اس سے جدا ہوئے تھے۔ اور اسی گھر سے اس کے بھیا کبھی نہ لوٹنے کے لیے گئے تھے۔ کبھی نہ آنے کے لیے۔ دکھ غم افسردگی سے بھری ہوئی یادیں جالوں کے ساتھ پورے گھر پر تنی ہوئی تھیں۔ اماں کی مشین کی گھرر گھرر۔ بھیا کی کھانسی۔ کہاں رہ گیا تھا وہ۔

"سارا دن آوارہ پھرتا رہتا ہے گلیوں میں۔"

"منے! آگیا تھا تو وہاں؟"

"کچھ کہا اس نے؟"

"بھیا کیوں روتے ہو۔ درد ہوتا ہے؟"

گرد اور یادوں سے اٹی ہوئی سیڑھیاں۔ دھپ دھپ کرکے اس کے ذہن میں آوازیں چڑھتی جارہی تھیں۔

"اب آؤ گے بھیا؟"

"بھیا تو یہاں کبھی نہیں آئے۔"

مصدق دوسری منزل والے بڑے کمرے میں کھڑا تھا۔ اکیلا، بے چین، خوف زدہ بالکل اپنے بچپن کی طرح۔

اماں کی دبی دبی آوازیں۔

"کیوں روگ لگایا ہے۔ تیرا باپ زندہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ تیرا اور روشن آرا کا رشتہ ختم ہوسکتا۔"

"یہ میرے نصیب کی کالک ہے۔"

"تیری تائی نے دولت کو معیار بنایا ہے۔"

مصدق نے گھوم کر دروازے کی طرف بڑھنا چاہا۔ تیرا یادوں نے اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

'اماں! تیرے منے کے پاس اب دنیا کی سب سے قیمتی چیز آگئی ہے۔ دولت۔ تیری بے چارگی، بھیا کی بیماری اور میری آوارگی سب دکھوں کا مداوا ہے اب میرے پاس۔ لیکن وقت کو واپس لانے کا کوئی وظیفہ نہیں میرے پاس۔"

وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بے ساختہ رونے لگا۔ وہ آنسو جو اس نے یہاں سے جانے کے بعد کبھی نہیں بہائے تھے۔ برسوں سے اس کے اندر جمع ہوگئے تھے۔ دل خستہ اکھڑے ہوئے فرش اور ٹوٹے پھوٹے مکان کے در و دیوار میں آکر آنکھوں کے بند توڑ کر بہہ نکلے تھے۔

☆ ☆ ☆

اپنے کمرے میں لیٹا وہ بظاہر سونے کی کوشش میں مصروف تھا۔ لیکن نیند شاید ستارہ کی طرح روٹھ گئی تھی۔ پچھلے دو تین دن سے ستارہ کا رویہ اس کے ساتھ بڑا بے اعتنائی اور گریز کا سا ہوگیا تھا۔ تائی اماں کے لہجے میں بھی سرد مہری آگئی تھی۔ ایک عفت ہی تھی جس کا رویہ بالکل پہلے جیسا تھا۔ بے ضرر، بے ریا کسی مطلب کسی غرض کے بغیر۔

مصدق نے اٹھ کر کمرے کی کھڑکی کھول دی۔ چھت پر اندھیرا تھا۔ اسے یوں لگا، جیسے کوئی بھاگ کر اس چھت کو پھلانگ کر دوسرے گھر کی چھت پر گیا ہو۔ مصدق نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کسی وجود کو تلاشنا چاہا۔ اندھیرا ساری فضا کو اپنے کالے بازوؤں میں سمائے تنا کھڑا تھا۔

مصدق کچھ دیر کھڑکی کے پاس کھڑا رہا پھر سر جھٹک کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

تب ہی ہلکی سی دھن بجنے لگی۔

مصدق کو کتنی دیر کئی آواز کی لہر کو اپنے کانوں تک پہنچانے میں اسے لگا۔ اندھیرا آوازوں کو بھی نگل چکا ہے۔

"کیوں ڈر گئے؟" مدھم سی ہنسی۔ مصدق اس ہنسی کو کتنے قریب سے جانتا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا سانس رک گیا ہو۔

"بس اتنی ہمت ہے؟" آواز میں استہزا تھی۔

"میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ محبت کرتے ہو اور ڈرتے ہو۔ محبت اور ڈر ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔"

"میں!"

"محبت کا تو پتا نہیں۔ لیکن ایک بات تو طے ہے کہ ڈرتی میں کسی سے نہیں ہوں۔ شاید ہوسکتا ہے۔ یا شاید کبھی بھی ایسا نہ ہو۔"

"ارے۔ ارے۔ اتنی مایوسی اچھی نہیں۔"

"خفا مت ہونا کیونکہ مجھے منانا نہیں آتا۔"

www.Paksociety.com

مصدق کا کمرے میں سانس رکنے لگا۔وہ بے ساختہ دروازہ کھول کر چھت پر آگیا اور ستارہ کو کندھوں سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ ستارہ کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ کی آواز کو مصدق نے اپنا ہاتھ تو اس کے منہ پر رکھ کر بند کر دیا تھا۔ اس کی آنکھیں صرف حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ ان میں خوف کا نام و نشان نہ تھا۔ ستارہ بے دھڑک اپنی آنکھوں کو مصدق کے غصے تنے ہوئے چہرے پر جمائے کھڑی رہی۔ مصدق ستارہ کے اتنے قریب تھا کہ اس کے پاس سے آتی دلفریب مہک اس کے نوخیز جسم کی انوکھی حرارت اس کے بازوؤں اس کے چہرے کو محسوس کرتے اس کے ہاتھ ۔سب کچھ مصدق کے ہوش و حواس کو بے خود کر دینے کے لیے کافی تھا لیکن ابھی صرف مصدق کے وجود میں غصے کا جوار بھاٹا تھا جس کی شدت کم نہیں ہو رہی تھی۔

"کس سے بات کر رہی تھیں؟" مصدق نے بالآخر ستارہ کے منہ پر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ ستارہ نے گہری سانس باہر نکالی۔

"کسی سے بھی نہیں۔" ستارہ کمال بے اعتنائی سے بولی۔

"جھوٹ بولتی ہو۔" مصدق گویا پھنکارتے ہوئے بولا۔

"ہاں جھوٹ بولتی ہوں۔" ستارہ مزید بے پروائی سے بولی۔

"کون ہے وہ؟" مصدق کچھ کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔

"آپ کو بتانا ضروری ہے؟" ستارہ نے کچھ چڑ کر کہا۔

"وہ ہے جو ابھی چھت سے کود کر گیا ہے۔" مصدق نے بے چینی سے پوچھا۔

"اچھا تو آپ میری جاسوسی بھی کرتے ہیں۔" ستارہ نے طنزیہ انداز سے کہا۔

"تم سیدھی طرح میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتیں۔" مصدق دکھی دل کے ساتھ جھنجلا کر بولا۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے سوال جواب کرنے والے؟" ستارہ کی تنک مزاجی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"ہاں ٹھیک کہا تم نے میں کون ہوتا ہوں۔" مصدق نے دل گرفتہ سا کر کہا اور ستارہ کے کندھوں کو چھوڑ دیا اور اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ "حالانکہ ستارہ! میں سمجھتا تھا کہ میں ۔۔۔ تم پر واضح کر چکا ہوں۔ احساس دلا چکا ہوں کہ میں تمہیں اپنا سب کچھ سمجھتا ہوں۔ تم میری زندگی کی تنہا اندھیری رات کا واحد روشن ستارہ ہو۔ لیکن ۔۔۔ شاید میں غلطی پر تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ میں 'میری زندگی' میری ذات تو اماوس کی رات ہے جس میں روشنی کرنا کسی ستارے کے بس کی بات نہیں۔ یہ رات تو ہر روشن ستارے کو بھی نگل لیتی ہے۔" مصدق اس رات یہ نہ دیکھ سکا کہ ستارہ کی آنکھوں میں کتنے ستارے جھلملا رہے تھے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں ایک بوجھل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایسی خاموشی جس کے اندر غصہ 'غیرت' ڈر اور حیرانی تھی۔

وہ ادھیڑ عمر کا شخص جس کے لباس اور چہرے پر گنوار پن کی گہری چھاپ تھی۔ غصے کے باعث تنا ہوا بیٹھا تھا۔

"بس بہت عرصہ رہ لیا اس نے آپ کے پاس۔ اب اسے لینے آیا ہوں۔" اس کی گردن کے گرد حمائل مفلر کا رنگ گہرا سرخ تھا۔ تیل لگے بالوں سے عجیب سی مہک آ رہی تھی۔ بولنے پر اس کے سانولے چہرے پر چمکتے دانت یوں برآمد ہوئے جیسے قصائی کی چھری پر تیز روشنی چمک پیدا کرتی ہے۔

مصدق نے حیرانی سے اس شخص کی طرف دیکھا جس کا تعارف ابھی ابھی تائی اماں نے ستارہ کے باپ کی حیثیت سے کروایا تھا۔

"آٹھ سال کی تھی جب تم اسے یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر تم نے اس کی خبر نہیں لی۔ اب آ گئے ہو اتنے سالوں کے بعد حق جتانے' لے کر جانے۔" تائی اماں غصے سے بولیں۔

"کیوں اتنے عرصے کے بعد کیا میرا اس پر حق ختم ہو گیا ہے؟ باپ ہوں اس کا جب چاہوں گا اسے لے کر جاؤں گا۔" وہ شخص کاٹ دار انداز میں تائی اماں سے مخاطب ہوا۔

"تو تائی اماں یہ تھا وہ شخص جس کو تم نے میرے بھیا پر فوقیت دی تھی۔ میرے پڑھے لکھے شاعرانہ مزاج منور بھیا پر۔ روشن آرا کو تم نے اس شخص کے ساتھ کر کے اندھیروں میں دھکا دے دیا تھا' صرف اس لیے کہ اس کے پاس روپیہ تھا دولت تھی۔" مصدق نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے رنجیدگی سے سوچا۔

اسی لمحے بیٹھک کا دروازہ کھلا اور سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے۔ نظروں کو جھکائے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے کو تھامے ستارہ اندر داخل ہوئی۔ مصدق نے بغور ستارہ کی جانب دیکھا' اس کا چہرہ خوف و ڈر کے مارے زرد ہو رہا تھا۔ ٹرے کو میز پر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ سہمی ہوئی چڑیا لگ رہی تھی جس کو کسی نے پتھر مار کر گھونسلے سے گرا دیا ہو۔ وہ ڈری ڈری سی تائی اماں کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔

ستارہ کی بے باکی و شوخی سب کچھ ہی گم ہو گیا تھا۔ مصدق آج نئی ستارہ سے متعارف ہوا تھا۔

اس نے چائے کا کپ اٹھا لیا۔ چائے کو پرچ میں ڈال کر ایک لمبی سڑک آواز نکالتے گھونٹ بھرا۔ تائی اماں اور مصدق کے چہروں پر ناگواری آ گئی۔

"ایک دو دن میں اپنا سامان تیار کر لو مجھے جلدی جانا ہے واپس۔" وہ ستارہ کی جانب دیکھتے ہوئے لاتعلقی سے بولا۔

"ارے ایسے کیسے جانا ہے۔ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں جانے دوں گی۔" تائی اماں بڑبڑا رہی تھیں۔

ستارہ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔

"بڑی بی! کیوں شور کرتی ہو۔ اب اتنے برسوں بعد آیا ہوں تو کسی ضروری کام سے ہی آیا ہوں بس۔ اب اور کوئی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" وہ رکھائی سے تائی اماں سے بولا۔

"ایسا کیا ضروری کام ہے جو ستارہ کو ساتھ لے کر جانا ضروری ہے۔" تائی اماں بے چینی سے بولیں۔

"میں نے ستارہ کا رشتہ طے کر دیا ہے۔ اس کے تایا کے گھر۔ اس لیے اسے لینے آیا ہوں۔" اس نے پرچ میں پڑی چائے کو پھر سے سڑکتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

مصدق کو یوں لگا جیسے کسی نے کمرے میں بم پھینک کر اس کو نیست و نابود کر دیا ہو۔ بے اختیار اس کو چائے سے پھندا لگا۔

تائی اماں کا چہرہ فق ہو گیا۔ ستارہ کی آنکھوں میں بھرے آنسو بے اختیار گالوں پر بہنے لگے۔

"ارے ایسا کیا اندھیر ہے۔ یوں تم کیسے اس کا رشتہ ۔۔۔ میرا مطلب ہے۔ ہم نے اسے پالا ہے تم ہم سے پوچھے بغیر کس طرح ۔۔۔ میں یہ نہیں ہونے دوں گی' پہلے تم نے میری روشن کو رلا رلا مارا۔ اس پر ہونے والے ظلم زیادتیاں میں بھولی نہیں اور اب تم میری روشن کی نشانی مجھ سے چھیننے آئے ہو۔" میں تائی اماں ہکلا ہکلا کر رندھی ہوئی آواز میں بولنے لگیں۔

ستارہ روتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر باہر بھاگ گئی۔

اس شخص نے اچٹتی ہوئی نظر باہر جاتی ستارہ پر ڈالی اور پھر اطمینان سے چائے ختم کرنے لگا۔

تائی اماں پلو کو آنکھوں پر رکھے اپنی قسمت کا ماتم کرنے میں مصروف تھیں۔

اور مصدق۔

مصدق اس سارے تماشے میں بارہواں کھلاڑی بنا بیٹھا تھا۔

"اچھا بڑی بی! چلتا ہوں اگلے ہفتے آؤں گا لڑکی کو تیار رکھنا۔" وہ اپنے مفلر کو جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھو حاکم علی! تم اچھا نہیں کر رہے ہو میں ستارہ کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گی۔" تائی اماں کی آواز میں بے بسی نمایاں تھی۔

"خوامخواہ کی ضد نہ کرو۔ روک تم اسے نہیں سکتیں'

باپ ہوں میں اس کا۔ درکنار باپ ہوں میں ستارہ کا۔" یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ بیٹھک سے باہر نکل گیا۔ اس کی آواز میں طنز کی اتنی گہری کاٹ تھی کہ مصدق کو اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے تائی اماں کے رونے سسکیاں بھرنے کی آواز گہری خاموشی' سناٹے' سکوت کو توڑتی اور پھر اسی خاموشی میں گم ہو کر رہ جاتی۔

"اماں! بس بھی کریں کیوں رو رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہیں۔" عفت ان کے پاس بیٹھی تسلی دے رہی تھی۔

"ہائے کیسے بس کروں۔ تم نے سنا ہی نہیں کیسے حکم دے کر گیا ہے وہ خبیث۔ کلے بنتے آؤں گا لڑکی کو تیار رکھنا۔" وہ سسکتے ہوئے بولیں۔

"آٹھ سال کی تھی جب ہمارے پاس پھینک کر گیا تھا میں نے کلیجے سے لگا کر رکھا اور اب آگیا ہے اپنا حق جتانے۔" تائی اماں کے اندر غم اور غصہ باری باری اپنی جھنک دکھا رہے تھے۔

"ستارہ ہے کہاں؟" تائی اماں رونا بھول کر اچانک پوچھنے لگیں۔

"اسٹور میں گھس کر بیٹھی ہے۔ سہم گئی ہے۔ بے وقوف یوں چھپ کر بیٹھی ہے جیسے اس کا باپ اسے یہاں پر ڈھونڈ نہیں پائے گا۔" عفت کے اندر بھی گہرا دکھ بھرا ہوا تھا۔

"ہائے میری بچی!" تائی اماں پھر سے رونے لگیں۔

"تائی اماں یوں رونے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔" مصدق نے مسئلے کی گمبھیرتا کا احساس دلانا چاہا۔

"اماں! مصدق ٹھیک کہہ رہا ہے۔ رونے سے مسئلہ تھوڑی حل ہوگا۔" عفت بھی مصدق کی ہم نوا تھی۔

"پھر۔ پھر کیا کروں میں؟"

"آپ ۔ آپ ستارہ کا نکاح کر دیں۔" عفت رسانیت سے بولی مگر تائی اماں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"نکاح کر دوں۔ کس سے۔ کوئی کھیل ہے یہ۔" تائی اماں بگڑ کر بولیں۔

"تائی اماں' عفت ٹھیک کہہ رہی ہے' آپ جلدی میں اس کا نکاح کر کے رخصت کر دیں۔ کوئی دیکھا بھالا لڑکا۔ جس کی شرافت اور کردار پر آپ کو بھروسا ہو۔ اس طرح ستارہ۔ دوبارہ سے روشن آپا بننے سے بچ سکتی ہے۔" مصدق نے اپنے دل میں اٹھتے درد کو دباتے ہوئے بمشکل کہا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم دونوں۔ اتنی جلدی کہاں سے لاؤں میں نیک شریف لڑکا۔ کوئی کھیل ہے یہ۔ یوں بھی کبھی ہتھیلی پر سرسوں جمائی جاتی ہے۔" تائی اماں درد بھری آواز میں کوفت سے بولیں۔

"لڑکا تو گھر میں ہی ہے اماں!" عفت بغور مصدق کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا مطلب؟" تائی اماں اور مصدق دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"کیوں مصدق! بولو تمہیں ستارہ پسند ہے نا؟" عفت کی کھوجتی نگاہیں مصدق کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"کیا کہہ رہی ہو عفت!" تائی اماں سے پہلے مصدق بول اٹھا۔

یہی بات اگر عفت نے دو دن پہلے کی ہوتی جب تک مصدق کو ستارہ کی کسی اور کے لیے پسندیدگی کے بارے میں علم نہ تھا تو شاید وہ خوشی سے اچھل پڑتا لیکن اب وہ صرف ایک پتا ہوا مہرہ تھا جسے عفت اپنی غرض پوری کرنے کے لیے چلا رہی تھی۔

"کیا فضول بول رہی ہو عفت!" تائی اماں نے مصدق کا جھکا ہوا سر دیکھ کر خفگی سے عفت کو جھڑکا۔

"کیوں اماں! اس میں فضول بات کیا ہے؟ اگر مصدق کو ستارہ پسند ہے تو مصدق اور ستارہ کا نکاح ہو سکتا ہے۔" عفت بدستور ٹھہرے ہوئے پانی کی مانند پرسکون تھی۔

"بھیا کیسے ہو سکتا ہے میں نے تو تمہارا اور۔۔۔"

"اماں پلیز!" عفت کی سخت آواز میں تائی اماں کے لیے گہری تنبیہہ تھی خاموش ہو جانے کی۔

"بولو نا مصدق! تمہیں ستارہ سے نکاح منظور ہے۔" عفت نے دوبارہ مصدق سے پوچھا۔ عفت کی آواز لب ولہجے میں سختی تھی۔ ہدایت تھی التجا تھی مگر مصدق سب سے بے نیاز ہو کر بولا۔

"ستارہ ہی کیوں تم کیوں نہیں؟" مصدق نے یکایک کہا اور اب کے سر اٹھا کر عفت کا ردِ عمل دیکھنے لگا۔ ایک لمحے کو عفت گڑبڑا گئی۔

"کیا فضول بول رہے ہو جانتے ہو میں تم سے بڑی ہوں۔" وہ مصدق کے اس بے باک انداز سے گھبرا کر بنی۔ "تم مجھ سے صرف بارہ ماہ بڑی ہو اور جانتی ہو میں ستارہ سے کتنا بڑا ہوں بارہ سال۔ چاچا سمجھتی ہے وہ مجھے۔"

"بھائی۔ چاچا کہنے سمجھنے سے کوئی بن نہیں جاتا۔ اس وقت تم ہماری مجبوری سمجھو اگر تم نے ستارہ سے نکاح کا اقرار نہ کیا تو ستارہ مرجائے گی ویسے ہی جیسے روشن آپا مر گئی تھیں۔ ویسے ہی جیسے تمہارے منور بھیا مر گئے تھے۔ مصدق جب محبت مرجائے تو انسان بھی آہستہ آہستہ مرجاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اب اس محبت کے ہاتھوں کوئی اور ہار کر اس زندگی سے باہر جائے اب میں کسی اور مرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی نہ ستارہ کو اور نہ ہی۔۔۔ تمہیں۔"

عفت کے آخری الفاظ پر چونک کر مصدق نے عفت کی جانب دیکھا۔ عفت کی آنکھوں میں مصدق کی ستارہ سے محبت جھلملا رہی تھی۔ لو دے رہی تھی۔

"نہیں عفت! میں۔ میں ستارہ سے شادی نہیں کر سکتا۔" مصدق دو ٹوک الفاظ میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

عفت کی آنکھوں میں دنیا بھر کی حیرانی سمٹ آئی مصدق کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اماں! آپ کیوں نہیں کچھ کہتیں۔ کچھ کیجیے نا اماں! برسوں پہلے جو غلطی آپ سے ہوئی تھی اس کا ازالہ کر دیں۔ ستارہ کو مصدق کا نصیب بنا دیں

اماں۔" عفت گڑگڑاتی ہوئی اماں کے قدموں میں فرش پر بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنے پکڑ لیے۔ اور وہ جیسے کسی خواب سے چونکیں۔

"مجھے کسی الجھن میں ڈال دیا ہے تم نے عفت۔" تائی اماں نے آنسو بھری آنکھوں سے عفت کی جانب دیکھا۔ پھر محبت سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔ عفت کا سانولا چیچک زدہ چہرہ کیسے دمک رہا تھا۔ کتنا روشن اور پرنور لگ رہا تھا۔ انہوں نے عفت کا ماتھا چوم لیا۔

"محبت! ایثار قربانی کیا نام دوں میں تجھے۔ ان خوبیوں کے سارے رنگ تیرے چہرے کو ایسا دلفریب بنا رہے ہیں کہ اگر کوئی پرکھنے' دیکھنے' جانچنے والی نظر ہو تو تجھ سا حسین کوئی اور نہیں ہو سکتا۔" عفت نے پرسکون انداز میں اماں کی گود میں سر رکھ دیا۔

"اماں! میں نے اور آپ نے ستارہ سے محبت کی ہے پیار کیا ہے۔ اس لیے بھی کہ وہ ہمیں عزیز ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں روشن آپا عزیز تر تھیں۔ مصدق بھی اپنے بھائی کی یاد میں اس کے دکھوں کی تڑپ میں یہاں آیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ جو قصہ ادھورا رہ گیا تھا وہ اب مکمل ہو جائے۔"

"مصدق مان جائے گا؟" تائی اماں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اور کیا ستارہ۔ وہ مان جائے گی؟"

"میں جانتی ہوں اماں! دل سے دونوں مانے ہوئے ہیں۔ بس زبان سے اقرار کروانا باقی ہے۔" عفت کا لہجہ مستحکم تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کوٹھری نما اسٹور میں داخل ہوا۔ پیٹیوں' ٹرنکوں سے بھری ہوئی اس کوٹھری میں ایک ٹرنک پر گھٹنوں میں سر دیے ہوئے ستارہ رو رہی تھی۔ اس کی سسکیاں اس ملگجی روشنی والے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے کسی سہمی ہوئی بلی کی آواز بکا اندھیرے سناٹے کو چیرتی ہوئی نکل جائے۔

"ستارہ!" مصدق نے اسے پکارا۔ ستارہ کے ہچکولے کھاتے وجود میں مصدق کی آواز نے ذرا بھی جنبش پیدا نہیں کی۔

مصدق نے ستارہ کے قریب جا کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں سے اوپر کیا۔

روتی ہوئی سرخ آنکھیں جن کا کاجل پھیل کر انہیں اور بھی حسین بنا رہا تھا۔ ننھی سی ناک کی پھننگ سرخ ہو رہی تھی۔ گلابی گالوں پر بہتے ہوئے آنسو چہرے کے گرد پھیلی ہوئی زلفیں۔ مصدق نے آج جانا کہ روتا ہوا حسن دو آتشہ ہوتا ہے مصدق نے خود اپنی وارفتگی کو محسوس کرتے ہوئے اس کا چہرہ چھوڑ دیا اور اس سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

ستارہ نے ایک نظر مصدق کی جانب دیکھا۔ اس ایک نظر میں دکھ درد' غم و اندوہ کے کیا کیا جہاں پنہاں تھے۔ مصدق کے قدم ڈگمگا سے گئے۔

"کیوں رو رہی ہو۔ ڈر گئی ہو؟ اس دن تم ہی نے تو کہا تھا کہ ڈر اور محبت ساتھ نہیں چل سکتے۔ کہا تھا نا؟" مصدق کے لہجے میں طنز کی جھلک نہیں تھی صرف ستارہ کو اپنی بات یاد کروانا مقصود تھا۔

"ڈرو نہیں۔ مجھے بتاؤ کون ہے وہ۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ میں تائی اماں کو مناؤں گا۔ بس ذرا جلدی کرو۔ وقت نکلتا جا رہا ہے۔ جانتی ہو نا تمہارا باپ کیا کہہ کر گیا ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ وقت نکلتا جا رہا ہے۔" ستارہ دھیرے سے بولی۔

"پھر۔ پھر کیوں رو کر مزید وقت برباد کر رہی ہو۔ مجھے ملواؤ اس سے۔" مصدق نے ذرا درشتی سے کہا۔

"لیکن کیا آپ کو احساس ہے کہ۔۔۔ کسی اور کا وقت بہت پہلے اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اس وقت کی خوشیاں اس لمحے کی رنگینیاں اس لمحے کی رونقیاں سب کچھ۔ کبھی آپ کو ان کے نکلے ہوئے گزرے ہوئے وقت کا احساس نہیں ہوا۔" ستارہ کے اجنبی سے لب و لہجے نے مصدق کو چونکا دیا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"میں عفت خالہ کی بات کر رہی ہوں۔"

"مصدق! آپ۔۔۔ آپ عفت خالہ سے شادی کر لیں۔" ستارہ نے بھیگے ہوئے التجائیہ انداز میں مصدق کو پکارا۔

مصدق کو یوں لگا جیسے محبت کے سمندر میں تیرتے وہ کسی بھنور میں پھنس گیا ہے۔ وہ اپنا سر پکڑے دروازے کے قریب پڑی گندم کی بوری پر بیٹھ گیا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو ستارہ! جانتی تو ہو کہ اصل مسئلہ تمہارا ہے۔۔۔ کچھ دنوں کے بعد تمہارا باپ آجائے گا۔ کیا چلی جاؤ گی اس کے ساتھ۔۔۔ دوبارہ سے اپنی ماں کی تاریخ دہرانے۔" مصدق کے اندر تلخی بھر گئی تھی۔

"میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے مصدق۔! میرا مسئلہ صرف محبت' پیار' احسان مندی کا وہ قرض ہے جو میرے وجود پر میرے بچپن سے دھرا ہے۔ آٹھ سال کی سختیوں' نفرتوں' مصیبتوں کے بعد جب مجھے تائی اور خالہ کی محبت اور پیار کی گرمی ملی تو میں اپنا آپ بھلا بیٹھی۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ اپنوں کو میں نے کس آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ میری محبت میں وہ اپنے آپ سے دشمنی کرنے لگے۔ خالہ کے لیے آنے والے رشتے جب مجھے پرستائش نظروں سے دیکھنے لگے تو میں نے پڑھائی چھوڑ دی۔ کچھ تو ہو جو مجھے خود سے کمتر کرے۔ جب میری سادگی میری خاموشی کو پاکیزگی کا درجہ ملنے لگا تو میں نے اپنا مزاج بدل ڈالا۔ میری خالہ کی عفت و حیا ان کو مجھ سے ممتاز بنا دے۔ لیکن اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود کیا ہوا۔۔۔ میں پھر خود غرض ہو گئی۔۔۔ نہ جانے کیوں میں نے بے خودی کے عالم میں آپ کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ تائی اماں کے بار بار سمجھانے' میرے جذبات پر بند باندھنے کے لیے میرے اور آپ کے درمیان نیا رشتہ کہ آپ میرے "چاچا" ہیں' میں بالکل بے خودی کے عالم میں آپ کی طرف ملتفت ہو گئی۔۔۔ لیکن نہیں اب مجھے ایسا کچھ نہیں کرنا' جو میری ذات کو میرے اپنوں کی اذیت کا ذریعہ بنائے۔" ستارہ نے دونوں ہتھیلیوں سے اپنے

بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"تمہارے اپنے کس بات سے اور اذیت میں مبتلا ہوں گے۔ جانتی ہو؟" کچھ دیر کے بعد مصدق نے سر اٹھا کر ستارہ سے پوچھا۔

"تمہیں پریشانی اور تکلیف میں دیکھ کر۔ اب جلدی سے مجھے اس لڑکے کا نام پتا بتاؤ' جس سے تم اس دن موبائل پر بات کررہی تھیں' تاکہ تمہیں۔" مصدق نے ستارہ کی باتوں کو نظرانداز کرکے اصل مدعا جاننا چاہا۔

"اگر میں آپ کو بتادوں تو کیا آپ خالہ عفت سے۔"

"نہیں مصدق! تب بھی تمہاری خالہ عفت سے شادی نہیں کرے گا۔" دروازے کے بیچوں بیچ عفت کھڑی تھی۔

"خالہ آپ!" ستارہ کے منہ سے شرمندگی اور خفت کے مارے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"بس کرو ستارہ! بس۔ تم نے اپنی خالہ کو بہت ارزاں کردیا۔ اس کی محبت' اس کے خلوص' اس کی چاہت کو اپنے وجود پر قرض سمجھا۔ تمہاری اس بات نے مجھے اپنی نظروں میں گرادیا۔ ستارہ! محبت بھی صلہ' کبھی خراج نہیں مانگتی۔ میں نے اماں نے تم سے اس لیے محبت نہیں کی کہ تم اس محبت کو کسی احسان کے ذریعے اتارنے کی کوشش کرو۔ ہم نے تم سے اس لیے محبت کی کہ ہم مجبور تھے تم سے محبت کرنے پر۔ تم نشانی تھیں روشن آپا کی' ہم نے کسی صلے کے لیے تم سے محبت نہیں کی ستارہ۔!" عفت کی آواز آنسوؤں کی نمی سے بھیگنے لگی تھی۔

"خالہ! میں نے تو۔" ستارہ نے نظریں جھکائے کچھ کہنا چاہا۔ "اور ان کے نتیجے میں ملنے والی بھیک' رحم' ہمدردی' مجبوری توجہ' پیار' عنایت کو میں بچپن سے سہتی اور جھیلتی چلی آرہی ہوں۔ میرا رنگ' میری شکل و صورت میرے چہرے پر داغ' ان سب نے میری جھولی میں محبت ڈالی تو لیکن اس محبت میں ہمدردی کی آمیزش تھی۔ لیکن تم میری زندگی میں اب بھیک کی محبت شامل کرنا چاہتی ہو۔ یہ مجھے ہرگز قبول نہیں' مصدق تمہیں چاہتا ہے اور تم بھی۔"

"ایک منٹ عفت! رکو۔ تم دونوں کہہ چکیں۔ اب مجھے بھی کچھ کہنے دو۔ تم نے ٹھیک کہا عفت کہ محبت کبھی صلہ اور خراج نہیں مانگتی۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے ستارہ سے محبت کی ہے۔ بہت محبت۔"

ستارہ نے مصدق کی بات پر بھیگی ہوئی نظریں اٹھا کر مصدق کی جانب دیکھا۔ وہ اونچا لمبا سانولی رنگت' مضبوط جسم کا۔ یک تو اس کے قلب میں سچائی تھی۔ وہ سچائی ستارہ کی نظر سے اس کے قلب میں اتر گئی تھی۔

"لیکن عفت! میں اتنا خود غرض نہیں ہوں کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ستارہ کسی اور کو پسند کرتی ہے' میں ستارہ کو اپنی چاہت کے حصار میں قید کرلوں۔ تم تو جانتی ہو عفت! منور بھیا روشن آپا کو کس قدر چاہتے تھے' لیکن اپنی محبت کی آبرو میں چپ چاپ قربان ہوگئے۔"

"میں اپنی محبت کو قربان تو کرسکتا ہوں مگر کسی کی محبت کو چھین نہیں سکتا۔ ستارہ! تم بتاتی کیوں نہیں ہو۔ بولو نا۔ عفت کو بتاؤ۔ جس سے تم موبائل پر بات کررہی تھیں۔" اب کی بار مصدق جھنجلا گیا۔

"یہ کیا بتائے گی۔ کچھ بتانے کے لائق ہو تو بتائے۔" عفت بغور ستارہ کی جانب دیکھ کر بولی۔

"کیا مطلب؟" مصدق نے الجھ کر عفت سے پوچھا۔

"یہ کسی سے بات نہیں کررہی تھی۔ موبائل فون کا ڈبہ تو بند پڑا ہوا ہے اس کی الماری میں۔"

"تو پھر۔ چھت پر۔" مصدق نے خاموش بیٹھی ستارہ کی جانب دیکھا۔

"تم نے سنا نہیں مصدق! یہ کیا کہہ رہی تھی۔ اس نے محبتوں کے اس دریا کا دھارا میری جانب موڑنا چاہا جو اس کو سیراب کرنے آیا تھا۔ بے وقوف اتنا نہیں جانتی دریا کے رخ موڑا نہیں کرتے۔ وہ تو اللہ کی مرضی اور حکمت سے بہتے ہیں۔" ستارہ نے محبت سے ستارہ کو اپنے ساتھ لگالیا۔

"جانتی ہو ستارہ! میں نے اسکول میں پڑھاتے ہوئے ان کھلے کھلے بچوں کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ بچی محبت' خلوص اور پیار دیکھا ہے کہ میری ساری محرومیوں کا ازالہ ہوگیا ہے' اور پھر میں بھی جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کا ایک دریا میرے لیے بھی ضرور بنایا ہوگا' جو صرف مجھے سیراب کرنے' میری تشنگی کو ختم کرنے کے لیے ہوگا۔" یہ چھوٹا سا پیلی زرد روشنی والا کوٹھری نما اسٹور کتنا روشن ہوا وار اور وسیع لگ رہا تھا۔ کیونکہ اس میں قربانی' ایثار اور محبت بیک وقت سانس لے رہے تھے۔

اس اونچے بلند سرخ اینٹوں والے گھر کے دروازے کے نیچے وہ اور ستارہ کھڑے تھے۔ مصدق نے ستارہ کا ہاتھ پورے استحقاق سے پکڑ رکھا تھا۔ سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی ستارہ کا چہرہ اندرونی خوشی اور اطمینان کے باعث مزید دمک رہا تھا۔ ایک ماہ پہلے جب وہ اس دروازے کے باہر کھڑا تھا تو وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے لیکن آج وہ جان گیا تھا کہ وہ اپنی قسمت کا ستارہ کھوجتا ہوا یہاں چلا آیا تھا؟ بہت برسوں پہلے شاید وہ بھی اسی ایک لمحے کی گرفت میں آکر روشن آپا کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا۔ اسی گھر کی بالکونی میں ان کے حسن کے حضور جھک گیا تھا۔ آج مصدق نے ستارہ کی صورت میں ان کو پالیا تھا۔ ستارہ کے ہاتھ پر مصدق کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔

"کیا گھر جائیں گے؟" ستارہ نے استفسار کیا۔

"نہیں۔ وہ گھر میں نے عفت آرا کے نام کردیا ہے۔ اس کی رجسٹری میں نانی اماں کو دے آیا ہوں۔"

"کب؟" ستارہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے لہجے میں گھر کر بولی۔

"کل رات کو؟ جانتی ہو ستارہ! جب میں یہاں آیا تھا سب نے مجھ سے کچھ نہ کچھ چاہا' کوئی امید رکھی' کوئی خواہش ظاہر کی' لیکن صرف عفت آرا تھی' جس نے کبھی مجھ سے مانگا نہ کچھ چاہا۔ بلکہ اتنا مجھے دیا ہے' میری جھولی کو میری تمنا' میری خواہش سے بھر دیا ہے۔ اب وہ قربانی' بے غرض چاہت کی اس سے بڑی حقدار کوئی نہیں ہوگی۔ وہ مکان عفت کے لیے میرے اور تمہارے جانب سے ایک معمولی سا تحفہ ہے۔ اور ہم دعا کریں گے کہ عفت کی زندگی میں کوئی ایسا چلا آئے' جب وہ دونوں مل کر اس مکان کو گھر بنادیں۔"

"آمین۔" ستارہ ایک جذب کے عالم میں بولی۔

"کیا ہوا' کیوں کھڑے ہو؟" اس جھروکے میں عفت کھڑی تھی۔ مصدق اور ستارہ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

"کچھ بھول گئے ہو کیا؟" عفت نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں عفت! سب کچھ پالیا ہے۔" مصدق نے اوپر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

عفت کا چہرہ چاند کی روشنی میں دمک رہا تھا۔ کتنا پُرنور لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے داغ ستاروں میں بدل گئے تھے۔ مصدق کو عفت کے وجود سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔

مصدق نے عقیدت سے سر جھکایا اور ستارہ کا ہاتھ پکڑ کر ان گلیوں میں سے گزرنے لگا' جن میں بچپن میں وہ بے دھڑک بھاگا کرتا تھا۔

"امرتسر کا چلوگی میرے ساتھ؟" مصدق نے ستارہ کے کان میں سرگوشی کی۔

ستارہ نے چمکتی آنکھوں سے مصدق کی جانب دیکھا۔

"ہاں چلوں گی۔"

"اکیلی؟"

"نہیں آپ کے ساتھ۔" ستارہ نے مصدق کے ساتھ چلتے ہوئے مطمئن انداز میں سر اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔ اور دونوں چلتے ہوئے آہستہ آہستہ عفت کی نظروں سے اوجھل ہوگئے اور نہ جانے کب سے رکے ہوئے آنسو عفت کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"کچھ کھو گیا کیا؟" دل نے سرگوشی کی۔

"ہاں' سب کچھ۔" اندر سے آواز آئی۔

☆